جلد ۹۱ — اگست [illegible] — عدد ۶

ماہنامہ

ترجمان القرآن

ابوالاعلیٰ مودودی

ادارۂ ترجمان القرآن اچھرہ لاہور

جج صاحبان، وکلاء، علماء اور قانون کے طلباء کے لیے

ناگزیر کتاب

ریکنسٹرکشن آف لیگل تھاٹ اِن اسلام

(RECONSTRUCTION OF LEGAL THOUGHT IN ISLAM)

اسلامی و مغربی نظامِ قانون کا جدید اسلوب میں تقابلی مطالعہ اور مستشرقین

کے

نظریات پر محققانہ تنقید

(ترمیم و اضافہ شدہ ایڈیشن)

مصنّفہ

ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی - ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پاکستان

پیش لفظ

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

قیمت ——— ۵۰/- روپے

اِدارہ ترجمان القرآن، اچھرہ - لاہور

ترجمان القرآن لاہور

فہرست مضامین

جلد ۹۱	اگست ۱۹۷۹ء مطابق رمضان ۱۳۹۹ھ	عدد ۶

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور

۵۔اے ذیلدار پارک، اچھرہ۔ لاہور

فون نمبر — ۴۱۱۰۱۶ — ۴۱۱۰۱۷

زرِ سالانہ بیس روپے - فی پرچہ -/۲ روپے

ابوالخیر مودودی پبلشر نے پاکستان پرنٹنگ ورکس لاہور میں چھپوا کر دفتر ترجمان القرآن اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

پرنٹر: محمد شفیع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

(گذشتہ سے پیوستہ)

جرم و خیانت کے سلسلے کی کڑی وہ معاملات بھی ہیں جن کے احتساب کا بڑے دھڑلے سے ہماری فوجی حکومت کے سربراہ نے ابتداء ہی سے اعلان کیا تھا، اور پھر اس اعلان کو کئی بار دہرایا گیا۔ آخر اس معاملے میں "تاخیر" تا ئین فش چہ معنی دارد!

احتساب ہونا چاہیے، تیز رفتاری سے ہونا چاہیے اور حسب ذیل صورتوں میں ہونا چاہیے:۔

۱۔ ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۷ء کے تمام سابق وزراء، نمائندگان، عہدہ داران جن کے متعلق حکومت کے پاس مواد موجود ہے کہ انہوں نے اختیارات یا حکومت کے اموال کو غلط طور پر استعمال کیا ہے، ان کے خلاف مقدمے چلائے جائیں اور ان کو نہ صرف سزا دی جائے بلکہ سرکاری یا قومی دولت کو اُن سے واپس حاصل کیا جائے۔

۲۔ تمام سرکاری ملازمین جنہوں نے گزشتہ انتخاب (۱۹۷۷ء) میں ناجائز کارروائیاں کی تھیں۔ اُن سب کو احتساب کے شکنجے میں کسا جائے۔

۳۔ وہ تمام افسران و ملازمین جنہوں نے معقول حدود سے تجاوز کر کے مظاہرین پر ظلم و زیادتی کی ہو، لوگوں کی جانیں لی ہوں، ان کو شدید طور پر مضروب کر کے اذیت دی ہو، ان کے متعلق پبلک سے شکایات مع شہادت طلب کر کے انہیں بھی عدالتوں میں کھڑا کیا جائے۔

۴۔ وہ تمام افسران اور ملازمین جنہوں نے تھانوں میں، جیلوں میں، دلائی کیمپ اور شاہی قلعے میں، نیز سی آئی اے کے مختلف اداروں میں تفتیش کے نام سے بعض نوجوانوں کے اعضا، بعض لوگوں

کے اعصاب، بعض کی دماغی قوتوں اور بعض کے جنسی اعضاء کو سخت قسم کا نقصان پہنچایا ہو، یا جنہوں نے زیرِ تفتیش لوگوں کے سامنے اُن کی ماؤں، بہنوں یا بیویوں اور بیٹیوں کو بلوا کر اُن کے وقار کو مجروح کیا ہو، اُن کے متعلق جتنی بھی شکایات اور درخواستیں سامنے آئیں، تحقیقات کر کے مجرمین کو سزائیں دی جائیں۔

۵۔ بڑے بڑے قومی سانحے، مثلاً لیاقت باغ میں قتلِ عام (جس کے متعلق کچھ کارروائی ہو رہی ہے) تاجپورہ کے جلسے میں خونریزی، گورنر ہاؤس میں سمن آباد کی لڑکیوں کو اغوا کر کے لایا جانا۔ دلائی کیمپ کے بطور جیل استعمال کیے جانے کا قضیہ، ان سب سے تعلق رکھنے والوں کے پارٹ کی تحقیق کر کے ہر معاملے کو کسی نتیجے پر پہنچایا جائے۔

۶۔ اگر کام کو جلد ختم کرنے اور مؤثر بنانے کے لیے ضلع وار ٹربیونلز قائم کئے جاسکیں تو پھر بہتر یہ ہوگا کہ پوری قوم کو دعوت دی جائے کہ اس پچھلے عرصے میں اگر ان کی کوئی حق ماری ناجائز طور پر کی گئی ہو، اُن کو کسی مفاد سے انتقاماً محروم کیا گیا ہو، کسی سرکاری ملازم نے خود کوئی ناجائز فائدہ اُٹھایا ہو یا کسی اور کو فائدہ پہنچایا ہو تو لوگ باضابطہ درخواستیں دے کر اپنے کیس پیش کریں۔

۷۔ کسی ملازم کے متعلق اگر ثابت ہو جائے کہ اس نے کسی معاملے میں سیاسی یا مذہبی تعصب سے کام لے کر غیر مستحق کو مستحق پر ترجیح دی ہے، کسی شخص کو ملازمت سے نکلوایا یا تکلیف دہ صورت میں ٹرانسفر کیا ہے یا کسی کے معاملے میں ناجائز حمایت یا ناجائز مخالفت کی ہے تو ایسے ملازم کے خلاف کیس ثابت ہونے پر سخت کارروائی کی جائے۔

اس طرح سے اگر معاشرے میں ایک بار بھرپور احتسابی عمل ہو جائے تو جرم پسندوں اور مجرموں کے سرپرستوں کی ایک بڑی تعداد میدان میں فعال نہیں رہ سکے گی اور نہ اس کا اخلاقی وزن باقی رہے گا۔ ساتھ ہی ساتھ بے شمار لوگوں کی ناجائز آمدنیوں اور کارروائیوں کا سراغ لگ جائے گا۔ کمزور قسم کے جرم پسند لوگ دبک جائیں گے، دوسری طرف اصلاح پسند شریف عنصر کو معاشرے کو بہتری کے رُخ پر ڈالنے میں سہولت ہوگی۔

شاید یہ بات سب کو یاد ہو کہ جس دن اوّل اوّل احتساب کے پروگرام کا ذکر ہوا تھا، تمام معاشرے میں، خصوصاً اس کے شرافت پسند لوگوں میں مسرت افزا امید وں کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ اب

وعدۂ احتساب کو ٹالنا کوئی اچھا نتیجہ نہیں دے گا۔

خود یہ امر بھی لوگوں میں اضطراب کا باعث ہے کہ جنرل ضیاء الحق جیسے مخلص مسلمان نے اسلام کے احیاء کے لیے جو کام پورے ایمانی جذبے سے شروع کیا تھا، آہستہ آہستہ اس کی رو دھیمی ہوتی جا رہی ہے اس سلسلے میں مختلف وجوہِ پریشانی جو سامنے آتے رہتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ شروع میں اسلامی کونسل کے قیام کے وقت، اور پھر اعلامیۂ محرم اور اعلامیۂ ربیع الاوّل کے موقع پر ان کے ذوق و شوق نے لوگوں میں ایک زوردار ذہنی حرکت پیدا کر دی تھی۔ لیکن بعد میں یہ ہوا کہ ایک تو نئے اقدامات نہیں ہو رہے، دوسرے یہ کہ جو اقدامات کیے گئے تھے وہ ادھورے رہ گئے، اور تیسرے یہ کہ نوکر شاہی نے جو عدم تعاون کیا بلکہ مزاحمت دکھائی اس کا توڑ کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا گیا۔

۲۔ احیائے اسلام کے سلسلے میں بعض وعدے ایفا ہی نہیں ہو سکے۔ مثلاً چادر اور چار دیواری کے تقدس کا جو نیا سلوگن جنرل محمد ضیاء الحق نے اسلامی معاشرت کو غالب رکھنے کے لیے قوم کو دیا تھا، اس کے خلاف جو جارحانہ حرکات ایک طرف مجرموں کی طرف سے، اور دوسری طرف سرکاری مشینری کی طرف سے ہوئیں، ان کے سدباب کی کوئی فکر نہیں کی گئی۔ حتیٰ کہ یہ قیمتی سلوگن بے جان ہو گیا۔

اسی طرح خواتین یونیورسٹی (ایک یا دو) کے قیام کا بڑا حتمی وعدہ کیا گیا تھا، اور اسے دہرایا بھی گیا۔ لیکن آخر میں بات پنجاب یونیورسٹی اور کراچی یونیورسٹی کے ساتھ ویمن کیمپس قائم کرنے پر آ ٹھہری اور اس حد تک بھی کوئی گرم جوشی باقی نہیں ہے، بلکہ جو کچھ ہو رہا ہے ڈھیلے ڈھالے رسمی طریق سے ہو رہا ہے۔ بلکہ کچھ نہیں ہو رہا۔

۳۔ شرعی عدالتوں کا قیام ملک کے کچھ حصوں میں ہوا اور کچھ میں نہیں۔ جہاں جہاں یہ قیام ہوا ہے، وہاں بھی ابھی تک کوئی ایسی کارروائی سامنے نہیں آئی جو لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہو۔ شرعی عدالتوں کے دو ایک فیصلوں کو بالاتر سول عدالتوں نے کالعدم کر دیا۔ اس وقت تین قسم کے عدالتی نظام چل رہے ہیں: سول، فوجی اور شرعی۔ ان میں سے سب سے کمزور اور بے اثر شرعی عدالتوں کا نظام ہے۔ ماہرین یہ بھی کہتے ہیں کہ ان شرعی عدالتوں کے سامنے چند تعزیری قوانین تو بنا کے رکھ دیے گئے

ہیں، مگر ضابطۂ کارروائی (PROCEDURAL CODE) مرتب نہیں ہے۔ یہ کمی شرعی عدالتوں کے لیے مشکلات پیدا کرنے کا باعث ہے۔

۴۔ کچھ لوگوں کے سامنے یہ اہم مسئلہ بھی ہے کہ ملکی شرعی قانون اکثریت کے فقہی رجحانات کے مطابق ہوتے ہیں، تمام مختلف فقہوں کے پیروکاروں کو اپنے پرسنل لاء کے تحت فیصلے حاصل کرنے کا حق دیا جاسکتا ہے جیسا کہ ۱۹۵۱ء میں جملہ مکاتب فکر کے ۳۱ علماء (جن میں شیعہ مجتہد بھی شامل تھے) نے طے کیا تھا اور اُس وقت سے اب تک اس بارے میں کوئی اختلافی آواز نہیں اُٹھی۔ مگر اب شیعہ برادران کے مطالبے پر حکومت نے دوہرے ملکی قانون کے لیے جو رجحان ظاہر کیا ہے، وہ اگر درست ہے تو پھر ہر فقہ کے پیرو خصوصاً غیر مسلم حضرات اور قادیانی بھی یہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ ایک ایک ملکی نظام قانون ہمارا بھی الگ ہونا چاہیے۔ یعنی بیک وقت دسیوں ملکی قوانین ہوں گے، دسیوں عدالتیں الگ الگ بیٹھیں گی۔ دسیوں نظام اوقاف ہوں گے۔ دسیوں نظام تعلیم ہوں گے۔ اور دسیوں ادارہ ہائے زکوٰۃ ہوں گے۔ کیا یہ قابلِ عمل ہے۔ یہ حقیقت سامنے آنے کے بعد سے لوگوں میں یہ تشویش پائی جاتی ہے کہ کہیں اسلامی نظام کی تحریک کو فیل کرنے کے لیے تو کوئی سازش نہیں کی گئی جس کے مالہٗ و ماعلیہ موجودہ حکومت پر پوری طرح واضح نہیں ہیں؟ یا پھر کیا ایسا ہے کہ حکومت میں شریک کچھ عناصر (خواہ وہ بیوروکریسی سے تعلق رکھتے ہوں) اس طرح کا تماشا دکھوانے کے حق میں ہوں۔

سمجھدار لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس طرح تو اسلامی نظام کا سارا خواب ہی درہم برہم ہوجائے گا — براہ کرم اِن وجوہِ تشویش کو دُور کرنے کے لیے تدابیر کیجیے۔

تشویش و اضطراب کا ایک سبب لوگوں کا یہ تاثر بھی ہے کہ قریبی عرصے میں حکومت کی طرف سے نظریۂ اسلامی اور مخالفِ اسلام نظریات رکھنے والے متضاد عناصر کے لیے ایک غیر جانب دارانہ اور مساویانہ رویے کا مظاہرہ ہونے لگا ہے۔

حالانکہ کوئی بھی حکومت یا قیادت جو کسی معاشرے میں ایک عقیدے اور ایک اصول کے تحت تبدیلی لانے کا اعلان کرچکی ہو اور اس کے لیے بعض اقدامات عمل میں لاچکی ہو، اپنے آپ کو کسی بھی طرح معاشرے کی معروف نظریاتی کشمکش میں غیر جانب دار نہیں رکھ سکتی۔ اُسے تو مثبت طور پر ایک دین کے غلبے کے لیے

کام کرنا ہے اور دوسری طرف اس دین کے مخالف نظریات و تحریکات کے اثر سے معاشرے کو بچانا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اقامتِ صلوٰۃ کا حکم بھی جاری کرے، اور پھر مخالفِ صلوٰۃ تقریروں اور مظاہروں کو بھی گوارا کرے، یا وہ سود کو ممنوع بھی ٹھہرائے اور کچھ لوگوں کو سودی نظام کے حق میں اور غیر سودی نظام کے خلاف محاذ آرائی کی اجازت بھی دے دے۔

لیکن اس وقت تحریروں اور تقریروں میں اسلام، اسلامی عناصر اور اسلامی قوانین کے خلاف مخالفانہ استدلال سے لے کر طنز و تضحیک تک ہر طریق سے کام کیا جا رہا ہے۔ مگر حکومت غیر جانبداری کے مقامِ اعراف پر کھڑی دونوں طرف کے مناظر کو دیکھ رہی ہے۔

اگر اس کی صورت یہ ہے کہ حکومت کے عمائد ہیں تو اپنے اسلامی نظریات ہی پر مستقیم، مگر بر بنائے ضرورت یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کسی نظریے، کسی پروگرام، کسی جماعت اور کسی قیادت کے نہ حامی ہیں نہ مخالف۔ بلکہ وہ کافر و مومن، شریف و مجرم، جارح اور مدافعت کنندہ سب کے لیے یکساں شفیق ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ اس روش کا نتیجہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ جن لوگوں کی ہڈیوں کے گودے تک میں موجودہ حکومت کی نظریاتی مخالفت رچی بسی ہے ان کے خیالات اور رویے بدل کر حکومت کی طاقت بڑھانے کا باعث ہوں گے۔ بخلاف اس کے اس کا یہ اثر ضرور ہوگا کہ ملک کے جو خواص اور عوام موجودہ حکومت کی چاہت اوّل روز سے صرف اس بنا پر رکھتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں اسلام کا بول بالا ہونے والا ہے اور اسلام دشمن رجحانات کا زور ٹوٹنے والا ہے، اُن کے جذبات پر تو اوس پڑ جائے گی۔ آخر وہ اپنے آپ کو اس نظریاتی لڑائی میں کیسے غیر جانب دار بنالیں جس میں وہ برسوں سے حصہ لیتے ہوئے کتنی ہی بار زخم کھا کھا کر آگے بڑھے ہیں۔

غیر جانب داری کی ایک مفروضہ وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ خدانخواستہ موجودہ حکومت کے عمائدین کا سرے سے نقطۂ نظر ہی ادھر چند ہفتوں میں بدل گیا ہو، اور اس نے اسلام کے لیے کام کرنے کا جو پروگرام بنایا تھا، اسے ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو اور اسلامی صبغۃ اللہ کو چھوڑ کر سیکولر طرز کی بے رنگی اختیار کر لی ہے۔

خدا نہ کرے کہ ایسا ہو، اور ایسا ہو بھی تو محترم جنرل محمد ضیاء الحق کے اعلانات اور سابق کردار کے ہوتے ہوئے مخالفینِ اسلام میں سے کون اسے مانے گا۔ خاص طور پر کمیونسٹ عناصر اور پیپلز پارٹی

کے لوگوں کے متعلق تو ہمارے تمام فوجی اکابر خوب سمجھتے ہونگے کہ آپ اگر سارا خزانہ بھی ان میں لٹوا دیں اور انہیں اہم اداروں کی بلند ترین مسندوں پر بٹھا دیں اور ان کو من مانی کرنے کی چھوٹ دیں تو بھی ان کے نعرۂ انتقام میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

غیر جانب داری کی اس پالیسی کا سارا فائدہ مخالف قوتوں کو مل رہا ہے۔ پنڈی کے پریس کلب میں منہاج برنا جیسے "نامی گرامی" اور "صاحبِ کارنامہ ہائے رنگا رنگ" آدمی کی سرپرستی میں جلسہ ہوتا ہے اور اس میں دین اور خدا اور رسول کے خلاف جارحانہ الحادیت اپنا زہریلا بخار نکالتی ہے، مگر حکومت تعرض نہیں کرتی۔ اسی طرح بھٹو کے چالیسویں کے موقع پر جو نعرے بلند ہوئے اور اب بے نظیر صاحبہ نے مخالفت دین و وطن میں جو بے نظیر باتیں کہیں، انہیں سُنی اَن سُنی کر دیا گیا۔

مگر کیا اس طرح فضا روز بروز خراب نہ ہوتی جائے گی۔

کسی حکومت کی غیر جانب داری کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اپنوں پرایوں اور پارٹیوں کی تقسیموں کا لحاظ کیے بغیر اپنے اعلان کردہ لائحہ عمل کی حمایت کی قدر کریں، اور اس کی مخالفت پر گرفت کریں۔ نیز قانونی معاملہ سب کے سامنے یکساں رکھیں۔ غیر جانب داری کا یہ تصور دنیا کی تاریخ میں نیا ہوگا کہ جس نظریہ و نظام کی علمبرداری کی جائے، اس کے مخالف نظریات و تحریکات کی بھی ویسی ہی پذیرائی کی جائے۔

اس طرح کا موجودہ طرزِ عمل لوگوں کے لیے تشویش کا باعث ہے اسے درست کر لیا جائے تو اچھا ہے۔ ورنہ انتخابات سے مثبت نتائج حاصل کرنے کی خواہش سے کیا فائدہ!

اسی طرح کچھ اور چیزیں بھی قابلِ توجہ ہیں؛

۱۔ شروع میں کچھ عرصے تک چار قومیتوں کا سوال اور صوبوں کے مستقل ریاستیں ہونے کا خیال دبا رہا اب باتیں کھل کر ہو رہی ہیں۔ حکومت اب تک یہ نہ کر سکی کہ وہ کسی موجودہ قانون کے تحت یا از سرِ نو قانون سازی کر کے ان چیزوں کو ممنوع قرار دے اور ان پر عدالتوں کے ذریعے گرفت کرے۔

۲۔ یہاں افغانستان کی طرح کا خونیں انقلاب لانے کی دھمکیاں حکومت اور پبلک کو صاف صاف لفظوں میں دی جا رہی ہیں، مگر کوئی صورت انسداد نہیں۔

۳۔ فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے کی بار بار کوشش کی جا رہی ہے۔ محض اظہارِ اختلاف تک بات محدود

نہیں، باقاعدہ اشتعال دلا کر افتراق کی وبا کو پھیلایا جا رہا ہے۔ افراد اور جماعتوں کے خلاف جھوٹے الزامات کے علاوہ دشنام طرازی تک کی جا رہی ہے۔ مگر ملک کے کارپردازوں کے پاس کوئی چارۂ کار نہیں۔

۴۔ عدلیہ کے متعلق اشاراتی حدود سے گذر کر معاملہ اب صراحت تک آ گیا ہے۔ ججوں کے نام لے لے کر دسیوں مرتبہ کھلی کھلی توہینِ عدالت کی جا چکی ہے مگر کوئی پوچھنے والا نہیں۔ توہینِ عدالت ایک ایسا فعل ہے جس کا ارتکاب اگر دس ہزار افراد نے بھی کیا ہو تو انہیں پکڑ کر قانون کے سامنے کھڑا کرنا چاہیے۔ مرحلۂ آغاز سے ہی اس کی روک تھام ہو جاتی تو سلسلہ آگے نہ چلتا۔ مگر کچھ ہوتا ہوا تا کیوں نہیں؟

۵۔ حال ہی میں پیپلز پارٹی کے حلقوں سے "انتقام انتقام" کے جو نعرے بلند ہوتے ہیں وہ حد درجہ خطرناک ہیں۔ یعنی اوّل تو عدالتی فیصلے کو تسلیم نہ کرنے کی بیماری اس کے پیچھے موجود ہے۔ یوں ظاہر کیا جا رہا ہے جیسے کسی جرم کے بغیر ایک شخص کو دھر رگڑا گیا ہے، لہٰذا اب اس کے معتقدین انتقام لینے کے لیے کھڑے ہو رہے ہیں۔ اس نعرے کے معنی تو یہ ہیں کہ یہ لوگ انتقام لینے کے لیے اٹھیں اور دوسری طرف سے پبلک کا ایک حصہ اپنی مدافعت کے لیے حرکت میں آئے اور باقاعدہ اجتماعی خونریزی یا سول وار شروع ہو جائے۔ ابھی تو ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ہی سامنے ہیں۔ جب یہ شجرِ فتنہ پرورش پا جائیگا تو اسٹیجوں پر "صاحب" کی بیوی اور بیٹی آ کر وہ ماتمی ڈرامہ کریں گی کہ انتقام کا لفظ آہنی تلوار میں بدل جائیگا جو عورت کے آنسوؤں کی سان پہ لگ کر نہ جانے کیسی کاٹ دکھلائے گی۔

اور کچھ اندازہ ہے کہ اس نشترِ انتقام کی زد کہاں کہاں تک ہے؟ "یہ محض کسی سیاسی عنصر ہی کے لیے نہیں ہے، بلکہ شریانِ قیسِ ناتواں تک پہنچتی ہے۔"

حکومت کے عمائدین گہری بصیرت اور مضبوط قوت سے کام لیے بغیر اس فتنوں بھرے معاشرے سے کیسے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ ہر چیز کی گہرائی تک پہنچنا، اور وقت پہ سمجھنا اور ضرر و خطر کی ہر قسم کا صحیح مرحلے پر قلع قمع کرنا بے حد ضروری ہے۔

اضطراب اور انتشار کی حالت لوگوں میں جا و بے جا سوالات پیدا کرتی ہے۔ مثلاً بہت ہی دبے لفظوں میں خاص خاص سطحوں پہ کچھ لوگ اس طرح سوچنے لگے ہیں کہ محترم جنرل ضیاء الحق کے نظریات، اعلانات، پروگراموں اور رویوں میں کچھ عرصے کے اندر جو تغیر آ گیا ہے (جس کے متعدد (باقی بر صفحہ ۴۶)

حضورِ اکرم —— سراپا ہدایت

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

حضورِ اکرم سراپا ہدایت ہیں۔ دُنیا کے لیے ہدایت و رہنمائی کا معراج ہیں۔ سکونِ قلبی اور اطمینانِ ذہن کا چاند ہیں۔ بھٹکے ہوئے قافلوں کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ گم کردہ راہ مسافروں کے لیے بانگِ درا ہیں۔ آفت زدہ انسانوں کے لیے امن کا شہر ہیں۔ زخمی انسانیت کے لیے مرہم شفا ہیں۔ ابلیس کی جفاکاریوں سے تباہ حال لوگوں کے لیے دستِ مشکل کشا ہیں۔ کچلی ہوئی پس ماندہ مخلوق کے لیے تعاون و دستگیری کا ذریعہ ہیں۔ حضورؐ کی تعلیمات کی روشنی اوہام دنیا کے تاریک جنگلوں اور بھیانک ویرانوں میں وہ صراطِ مستقیم ہے جو انسانیت کے قافلے کو خیریت اور سلامتی کے ساتھ رضائے مالک کی چوکھٹ پر لے جاتی ہے۔ اب آپؐ ہی واحد سلامتی کا راستہ ہیں۔ آپؐ ہی تنہا روشنی ہیں۔ آپؐ ہی مالک کے راستے کے واحد رہنما ہیں۔ آپؐ ہی منزل تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہیں۔ اگر آپؐ کا دامن ہاتھ میں رہے تو انسان رضائے الٰہی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے اور آپؐ کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے تو رضائے الٰہی منزلوں دور رہ جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ دنیا میں انسان بے خبر پیدا ہوا ہے اور اُسے صحیح راستہ نہیں مل سکتا جب تک اس کا خالق اُسے صحیح راستہ دکھانے کا انتظام نہ فرمائے اور اُسے صحیح علم نہ دے۔ صحیح علم دینے اور صحیح راستہ دکھانے کا کام صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ انسانوں میں سے ہی بعض افراد کو براہِ راست صحیح علم دے کر دکھایا جائے اور وہ لوگوں کو صحیح علم اور صحیح راستہ بتائیں۔ یہ کام انبیاء کے سپرد کیا گیا اور انبیاء نے یہ کام ہمیشہ احسن طریقے پر سرانجام دیا۔ جن کے سلسلے کی آخری کڑی حضورِ اکرم ہیں، جو خدا

کے کلام --- کے ذریعے انسانیت کو صحیح علم دیتے اور اپنے اسوۂ حسنہ کے ذریعہ انسانیت کو صحیح راستہ دکھاتے ہیں۔

قرآن جو زمین والوں کے نام ان کے خالق کی آخری آواز ہے جو مالکِ کائنات کی تنہا کتاب ہے جو قیامت تک انسانیت کو صراطِ مستقیم کی طرف اسی طرح پکارتی رہے گی جس طرح اس نے مکہ کی گلیوں میں پکار لگائی تھی۔ قرآن نے بار بار حضورؐ کو اب دنیا کا واحد رہنما اور آخری ہادی قرار دیا ہے اور اب اگر کسی کو واقعی ہدایت کی تلاش ہے تو اسے حضورؐ کے سوا اور کہیں سے ہدایت میسر نہیں آسکتی۔ ظاہر ہے کہ اللہ نے جو کتابِ ہدایت قرآن کے نام سے اتاری ہے اس پر پورا پورا عمل کر کے اور اس کی پوری وضاحت کر کے اس کا ظاہر و باطن کھولنے اور بیان کرنے کے لیے اس نے ایک ہادی بھی ساتھ ہی کھڑا کیا ہے۔ اس ہادی نے قرآنِ مجسم بن کر کتاب اللہ کی عملی تشریح و تفسیر کی ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں حضورؐ اکرم کا اسوۂ حسنہ موجود نہ ہو اور حضورؐ کی زندگی کا ہر سانس اور عمل کا ہر قدم قرآن کی روشنی میں عین اس کے مطابق تھا۔ اسی لیے قرآن نے حضورؐ کی زندگی کو تمام جہان کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ اب جو شخص حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلے گا وہ دراصل قرآن کے احکام پر عمل پیرا ہو گا اور جو قرآن کے احکام پر عمل پیرا ہو گا وہ رضائے الٰہی کی پیروی کرے گا۔ اس طرح حضورؐ کی پیروی درحقیقت رضائے الٰہی کی پیروی ہے اور اس چیز کو قرآن نے حضورؐ کا اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے

ظاہر ہے کہ رسول اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی قرآن کو کتاب ہدایت تسلیم کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ قرآن نے مالک کائنات کی آواز بن کر انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے۔ ان کی زندگی کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

(الجمعہ-۲)

مزید فرمایا:

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے"۔

(الفتح - ۲۸)

پھر فرمایا:

"اے نبی، ہم نے تم کو شہادت دینے والا بشارت دینے والا اور خبردار کر دینے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے لوگو، تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اس کا ساتھ دو۔ اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو"۔ (الفتح - ۸، ۹)

ہدایت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"اے نبی ہم نے تم کو دین کے معاملے میں ایک صاف شاہراہ پر قائم کیا ہے۔ لہٰذا تم اسی پر چلو اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔ اللہ کے مقابلے میں وہ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتے۔ ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور متقیوں کا ساتھی اللہ ہے۔ یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں سب لوگوں کے لیے اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں"۔ (الجاثیہ - ۱۸-۲۰)

ظاہر ہے کہ جو انسان صاف شاہراہ پر قائم ہو ایک دوسرے کو راہ راست دکھا سکتا ہے اور اس امر کی گواہی اللہ رب العالمین کی طرف سے دی جا رہی ہے کہ حضور اکرم انسانیت کو راہ ہدایت دکھانے کے لیے اس لیے مامور ہیں کہ وہ شاہراہ مستقیم پر قائم ہیں اور وہ خدا کی رضا کے علاوہ کسی دوسرے راستے کی پیروی کرنے والے نہیں ہیں۔ اور ان کا کام ہی یہ ہے کہ لوگوں کو اس شاہراہ کی طرف بلاتے رہیں چاہے لوگ توجہ سے سنیں اور مانیں یا گونگے اور بہرے اور اندھے ہو کر بھٹکنے پر ضد کرتے رہیں۔ چنانچہ ضد کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اے نبی، اب کیا تم بہروں کو سناؤ گے یا اندھوں اور صریح گمراہی میں پڑے ہوئے لوگوں کو راہ دکھاؤ گے، اب تو ہمیں ان کو سزا[1] دینی ہے خواہ تمہیں دنیا سے اٹھا لیں، یا تم کو

[1] وہ سزا بھی ان کو میدان بدر میں دی گئی جہاں مشرکین کے بڑے بڑے اکابر کھیت رہے اور کفر کی کمر ٹوٹ گئی۔

آنکھوں سے ان کا وہ انجام دکھا دیں جس کا ہم نے اُن سے وعدہ کیا ہے، ہمیں ان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ تم بہرحال اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو، جو وحی کے ذریعہ سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے۔ یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے ایک بہت بڑا شرف ہے اور عنقریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ (الزخرف ۴۰-۴۴)

پھر جب منکرینِ حق رسول کے ایک عام انسان ہونے پر اعتراض کرتے ہیں تو انہیں کہا جاتا ہے کہ

"اے نبی! ان سے کہو میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا، مجھے تو وحی کے ذریعے سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔ لہٰذا تم سیدھے اسی کا رخ اختیار کرو۔"
(حٰم سجدہ - ۶)

ظاہر ہے کہ سیدھا راستہ تو صرف خدا پرستی کا ہی راستہ ہے جس کی طرف رسول رہنمائی کرتا ہے۔ اس لیے فرمایا گیا۔

"اے نبی، ہم نے سب انسانوں کے لیے یہ کتاب برحق تم پر نازل کر دی ہے۔ اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا، اپنے لیے کرے گا اور جو بھٹکے گا۔ اس کے بھٹکنے کا وبال اسی پر ہوگا۔ تم ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔" (الزمر: ۴۱)

غرض نبی کا کام لوگوں کے سامنے اپنی ذات میں بندگی رب کا بہترین نمونہ پیش کرنا ہے اور وہ نمونہ حضورؐ اکرم نے پیش فرما دیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا گیا،

"اے نبی ان سے کہو، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس کی بندگی کروں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں خود مسلم بنوں، کہو اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے، کہہ دو کہ میں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اسی کی بندگی کروں گا، تم اس کے سوا جس جس کی بندگی کرنا چاہو کرتے رہو کہو، اصل دیوالیے تو وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو گھاٹے میں ڈال دیا، خوب سن رکھو، یہی کھلا دیوالیہ پن ہے۔"

(الزمر ۱۱-۱۵)

نبی کو کارِ ہدایت میں بے شمار قسموں کے انسانوں سے واسطہ پیش آیا ہے۔ ماننے والے بھی اور انکار کرنے والے بھی، لیکن ہدایت صرف وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں۔ فرمایا گیا:

"اے نبی، تم صرف ان لوگوں کو متنبہ کر سکتے ہو جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، جو شخص بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے اپنی ہی بھلائی کے لیے کرتا ہے اور پلٹنا سب کو اللہ ہی کی طرف ہے۔ اندھا اور آنکھوں والے برابر نہیں ہیں، نہ تاریکیاں اور روشنی یکساں ہیں، نہ ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش ایک جیسی ہے اور نہ زندے اور مردے مساوی ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے، مگر اے نبی تم ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں، تم تو بس ایک خبردار کرنے والے ہو۔"

(فاطر ۱۸ - ۲۳)

حضورؐ سراغ ہدایت ہیں اور قرآن آپ کو اس حیثیت میں پیش کرتا ہے:

"اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔ بشارت دے دو ان لوگوں کو جو تم پر ایمان لائے ہیں کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے اور ہرگز نہ دبو کفار اور منافقین سے۔ کوئی پروا نہ کرو ان کی ایذا رسانی کی اور بھروسہ کرلو اللہ پر۔ اللہ ہی اس کے لیے کافی ہے کہ آدمی اپنے معاملات اس کے سپرد کردے۔" (الاحزاب ۴۵ - ۴۸)

اور کفار کے اعتراضات کے جواب میں ہدایت کے اس نسخے کا اللہ کی طرف سے ہونا تکرار سے بیان فرمایا گیا:

"کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اسے خود گھڑ لیا ہے، نہیں بلکہ یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے تاکہ تو تنبیہ کرے ایک ایسی قوم کو جس کے پاس تجھ سے پہلے کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ ہدایت پا جائیں۔" (السجدہ - ۳)

کتاب ہدایت قرآن ہی ہے جو نبی کے ذریعے دنیا کے سامنے پیش کی گئی ہے اس میں ہدایت

کے تمام اصول اور اوامر و نواہی تک بیان کر دیے گئے ہیں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اسے سیدھے اور ٹیڑھے راستے کا فرق معلوم نہ تھا۔ اس لیے اس کتاب کو بار بار پڑھنے اور دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہدایت الٰہی بار بار کھل کر خلقِ خدا کے سامنے آتی رہے۔ فرمایا:

"اے نبی، تلاوت کرو، اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعے سے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز فحش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔ اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے، اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگ کرتے ہو۔"
(العنکبوت - ۴۵)

کتابِ ہدایت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مزید فرمایا گیا،

"اے نبی، یقین جانو کہ جس نے یہ قرآن تم پر فرض کیا ہے وہ تمہیں ایک بہترین انجام کو پہنچانے والا ہے۔ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ ہدایت لے کر کون آیا ہے اور کھلی گمراہی میں کون مبتلا ہے۔ تم اس بات کے ہرگز امیدوار نہیں تھے کہ تم پر کتاب نازل کی جائے گی۔ یہ تو محض تمہارے رب کی مہربانی سے (تم پر نازل ہوئی ہے) پس تم کافروں کے مددگار نہ بنو۔" (القصص ۸۵-۸۶)

بلاشبہ ہدایت کے لیے آخری رسول حضورؐ اکرم ہی ہیں اور وہی ہدایت کا ذریعہ اور واسطہ ہیں، لیکن حقیقی توفیق عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس لیے ہدایت کے منبع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

"اے نبی، تم جسے چاہو اُسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر ہم تمہارے ساتھ اس ہدایت کی پیروی اختیار کر لیں تو اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے ایک پُرامن حرم کو اُن کے لیے قیام بنا دیا جس کی طرف ہر طرح کے ثمرات چلے آتے ہیں۔ ہماری طرف سے رزق کے طور پر، مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔" (القصص ۵۶-۵۷)

نبی کا کام یہ ہے کہ مالک کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے سامنے ایک طرف اپنی زندگی کا بہترین نمونہ

پیش کرے اور دوسری طرف احکامات الٰہی اور ہدایاتِ ربانی کو پیہم اور مسلسل اُن کے سامنے پیش کرتا رہے۔ ہر نبی کو اللہ کی طرف سے یہی حکم ہوتا ہے۔

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو، مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر کے رب کی بندگی کروں جس نے اسے حرم بنایا ہے اور جو ہر چیز کا مالک ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلم بن کر رہوں اور یہ قرآن پڑھ کر سناؤں۔ اب جو ہدایت اختیار کرے گا وہ اپنے ہی بھلے کے لیے ہدایت اختیار کرے گا۔ اور جو گمراہ ہو اس سے کہہ دو کہ میں تو بس خبردار کر دینے والا ہوں۔ ان سے کہو تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھا دے گا۔ اور تم انہیں پہچان لوگے۔ اور تیرا رب بے خبر نہیں ہے ان اعمال سے جو تم لوگ کرتے ہو۔ (النمل ۹۱-۹۳)

ہدایت کو زبردستی کسی کے دل میں اتار دینا یہ امر نہ مطلوب ہے، نہ ممکن ہے اور نہ یہ کسی کا اختیار ہے نبی کا کام اپنا پیغام حق پہنچاتے رہنا ہے۔

"یہ (قرآن) ہدایت اور رحمت ہے ایمان لانے والوں کے لیے، یقیناً تیرا رب ان لوگوں کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کر دے گا اور وہ زبردست اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ پس اے نبی اللہ پر بھروسہ رکھو، یقیناً تم صریح حق پر ہو۔ تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے نہ ان بہروں تک اپنی پکار پہنچا سکتے ہو، جو پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوں، اور نہ اندھوں کو راستہ بتا کر بھٹکنے سے بچا سکتے ہو، تم تو اپنی بات انہیں سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور پھر فرمانبردار بن جاتے ہیں۔"

(النمل ۷۷-۸۱)

بلاشبہ ہدایت دینا مالک کائنات کے ہی ہاتھ میں ہے لیکن نبی جو ہدایت پہنچانے کا ذریعہ ہوتا ہے جو کوشش کرتا ہے جو دوڑ دھوپ کرتا ہے اور ہدایت پہنچانے کے لیے جن مخالفتوں کے طوفانوں سے گزرتا ہے۔ اس میں لوگوں کے اندر ہدایت کے پھیلنے اور قبول کر لیے جانے کا ایک فطری داعیہ ہوتا ہے جو کسی صورت میں مٹایا نہیں جا سکتا۔ حضور اکرمؐ بھی شب و روز کلام الٰہی پہنچانے اور لوگوں کو راہ راست کی طرف بلانے کے لیے تگ و دو کرتے رہتے تھے اور ساتھ ہی اسی غم میں گھلتے

رہتے تھے کہ لوگ راہ راست کو دیکھتے، بھالتے اور حق کو سمجھتے بوجھتے ہدایت قبول کرنے سے گریز کرتے تھے۔ یہ غم حضورؐ کو گھلائے دیتا تھا۔ اس پر بندوں کے خالق و مالک نے فرمایا:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شاید تم اس غم میں اپنی جان کھو دو گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کر سکتے ہیں کہ اُن کی گردنیں اُس کے آگے جھک جائیں، ان لوگوں کے پاس رحمان کی طرف سے جو نصیحت بھی آتی ہے۔ یہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اب یہ جھٹلا چکے ہیں عنقریب ان کو اس چیز کی حقیقت مختلف طریقوں سے معلوم ہو جائے گی جس کا یہ مذاق اُڑاتے رہے ہیں"۔

انہیں باتوں سے کہ ایک طرف کفار ہدایت کو ٹھکراتے چلے جاتے تھے اور دوسری طرف مالک کی طرف سے سخت سے سخت تنبیہات آتی چلی جاتی ہیں۔ حضور سخت پریشان ہو ہو جاتے تھے کہ کہیں اس قوم کی مہلت دعوت پوری نہ ہو جائے اور اس پر وہ عذاب نہ آ جائے جو پہلی قوموں پر آتا رہا ہے۔ ایک بار حضورؐ کی پریشانی دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا "یا رسول اللہ آپ کچھ بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا" ابوبکر مجھے سورۂ ہود اور اس کی ہم مضمون سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے"۔ ظاہر ہے کہ ایک ہادی کے لیے یہ غم بڑا ہی سوہانِ روح اور جان لیوا ہوتا ہے کہ اس کی زیر ہدایت قوم ہدایت پانے سے محروم رہے اور اس کی مہلت عمر ختم ہو جائے اور وہ عذاب الٰہی سے دوچار ہو جائے۔

فرمایا:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو تو ہم نے بس ایک بشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے ان سے کہہ دو کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔ میری اُجرت بس یہی ہے کہ جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کا راستہ اختیار کرے ..... اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اس خدا پہ بھروسہ رکھو جو زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں۔ اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اپنے بندوں کے گناہوں سے بس اس کا باخبر ہونا کافی ہے۔

(الفرقان - ۵۶ - ۵۹)

مزید فرمایا:

" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو کہ لوگو، میں تو تمہارے لیے صرف وہ شخص ہوں جو بُرا وقت آنے سے پہلے صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں، پھر جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کے لیے مغفرت ہے اور عزت کی روزی اور جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے وہ دوزخ کے یار ہیں "

(الحج ۴۹ - ۵۱)

ہر نبی اپنی قوم کے لیے رحمت بن کر آتا ہے اس لیے کہ اس کے ذریعے لوگوں کو مقصودِ زلیت میسّر آتا ہے وہ علم صحیح کے ذریعے کائنات کی اس ساری حقیقت سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور اپنے مالک کو علمِ حقیقی کے ذریعے خود پہچاننے لگتے ہیں، انہیں وہ راستہ مل جاتا ہے جس پر چل کر وہ اپنے مالک کی ابدی اور لازوال نعمتیں حاصل کر سکیں۔ اس طرح نبی اللہ کی طرف سے انسانوں کے لیے سب سے بڑی نعمت اور رحمت ہوتا ہے۔ اور چونکہ حضورؐ اکرم تمام سلسلۂ انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں اس لیے وہ پوری بنی نوع کی طرف رحمتِ کامل اور نعمتِ عظمیٰ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تم کو بھیجا ہے تو در اصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے ان سے کہو میرے پاس جو وحی آتی ہے وہ یہ ہے کہ تمہارا خدا صرف ایک خدا ہے۔ پھر کیا تم سرِ اطاعت جھکاتے ہو، اگر وہ منہ پھیریں تو کہہ دو کہ میں نے علی الاعلان تم کو خبردار کر دیا ہے۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے، قریب ہے یا دور ہے اللہ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو بآوازِ بلند کہی جاتی ہیں اور وہ بھی جو تم چھپا کر کرتے ہو " (الانبیاء ۱۰۰ - ۱۱۰)

گویا نبی کا کام اللہ تعالیٰ کا کلام اور پیغام ہو بہو بلا ترمیم و اضافہ اس کے بندوں تک پہنچا دینا ہے اور یہی اس کی اہم ترین ذمہ داری ہے اور پھر اس کے بعد اس پیغام پر خود پورا پورا عمل کر کے خدا کے بندوں کو دکھا دینا ہے۔ خدا کے احکام پر پورا پورا منشاء ایزدی کے مطابق عمل کر کے دکھانے سے ہی نبی کا اسوہ وجود میں آتا ہے اور اس کی پیروی کیے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے نبیؐ، تمہارے رب کی کتاب میں سے جو کچھ تم پر وحی کیا گیا ہے اسے جُوں کا توں سنا دو۔ کوئی اس کے فرمودات کو بدل دینے کا مجاز نہیں ہے (اور اگر تم کسی کی خاطر اس میں ردوبدل کرو گے تو) اس سے بچ کر نکل بھاگنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہ پاؤ گے اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اُسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو۔ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے"۔ (الکہف ۲۷-۲۸)

حضورؐ کے غم ہدایت کو کچھ کم کرنے اور لوگوں تک صرف ہدایت پہنچا دینے کی ذمہ داری پوری کرنے پر متوجہ کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

"اچھا تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو۔ اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سروسامان بھی زمین پر ہے اُس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ان لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ آخرکار اس سب کا ہم چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔ (الکہف ۶-۸)

یہ ہے حقیقی وسعت جو اس ساری دنیا کی اللہ رب العالمین کی نظر میں ہے۔

غرض ہدایت کے ساتھ ایسی تعلیمات کا یہ سلسلہ بھی جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہجرت سے ذرا پہلے معراج کا وہ واقعہ پیش آیا جس میں حضورؐ کو خدا کے بندوں تک پہنچانے کے لیے یہ ہدایات اور حکمت کی باتیں دی گئیں، جو بڑی جامع تھیں اور اُن کی پاکیزگی اور اخلاقی بلندی میں کوئی شخص بھی کلام نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ ان ہدایات میں فرمایا گیا۔

"تو اپنے اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا، ورنہ ملامت زدہ اور بے یار و مددگار بیٹھا رہ جائے گا۔ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ:

——— تم لوگ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

—— والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہوکر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو۔ بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لیے درگزر کرنے والا ہے جو اپنے قصور پر متنبہ ہوکر بندگی کے رویہ کی طرف پلٹ آئیں۔

—— رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین و مسافر کو اس کا حق۔

—— فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

—— اگر ان سے تمہیں کترانا ہو تو اس بنا پر کہ ابھی تم اللہ کی رحمت کو تلاش کر رہے ہو تو انہیں نرم جواب دو۔

—— نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔ تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

—— اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔

—— زنا کے قریب نہ پھٹکو وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ۔

—— قتلِ نفس کا ارتکاب نہ کرو، جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ مگر حق کے ساتھ۔ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اُس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے۔ پھر چاہیے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے اسی کی مدد کی جائے گی۔

—— مالِ یتیم کے پاس نہ پھٹکو، مگر احسن طریقے سے، یہاں تک کہ وہ اپنے شباب کو پہنچ جائے۔

—— عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جوابدہی کرنی ہوگی۔

——— پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو، اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو، یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔

——— کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔

——— زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔ ان امور میں سے ہر ایک کا بُرا پہلو تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے، یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے تجھ پر وحی کی ہیں"۔

(بنی اسرائیل ۲۳ تا ۳۸)

پھر دعوت اور ہدایت کا طریقہ بھی خود ہی بتا دیا گیا۔

" اے نبیؐ، اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو۔ تمہارا رب ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہ راست پر ہے"۔

(النحل ۱۲۵)

نبی کی حیثیت اپنی قوم کے سامنے خدا کے نمائندے اور شاہد کی ہوتی ہے۔ وہ خدا کی طرف سے حق کی شہادت دیتا ہے۔ اگر قوم حق کو قبول کرے تو قیامت میں اس کی ہدایت یافتگی، حق آگاہی اور حق پسندی کے بارے میں شہادت دیتا ہے اور اگر وہ دعوتِ حق کو رد کر دے تو قیامت میں خدا کی طرف سے حجت بن کر اس کے خلاف باطل پرستی اور ناحق پسندی کی شہادت دیتا ہے۔ قرآن نے فرمایا:

" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں (اس دن سے خبردار کر دو) جب کہ ہم ہر اُمت میں خود اُسی کے اندر سے ایک گروہ اٹھا کھڑا کریں گے جو اس کے مقابلے میں شہادت دے گا اور ان لوگوں کے مقابلے میں شہادت دینے کے لیے ہم تمہیں لائیں گے۔ ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کر دی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے اور ہدایت، رحمت اور بشارت ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے سرِتسلیم خم کر دیا ہے"۔ (النحل ۸۹)

باطل پرستی تاریکی ہے اور ہدایت روشنی ہے اور حضورؐ اکرم ہدایت اور روشنی کے علمبردار ہیں۔ فرمایا گیا:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ۔ ان کے رب کی توفیق سے اس خدا کے راستے پر جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے اور زمین اور آسمانوں کی ساری موجودات کا مالک ہے۔" (ابراہیم - ۱)

خود ہدایت دینے والا ہادی بھی جس طرح مالک کی گرفت میں ہے اور جس طرح اس کی نگرانی کی جاتی ہے وہ بے نہایت اور بے پناہ ہے۔ وہ ایک ایسی نازک صورت حال سے دوچار ہوتا ہے کہ اُسے عمر بھر بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز راہ ہدایت وارشاد پر چلنا پڑتا ہے۔ ایک طرف خدا کے باغیوں کی ہٹ دھرمی ہوتی ہے تو دوسری طرف مالک کائنات کے احکام اور اس کا جلال وجبروت ہوتا ہے۔ چنانچہ حضورؐ اکرم کو حکم دیا گیا کہ لوگوں سے صاف صاف کہہ دو کہ:

"مجھے تو صرف اللہ کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے کہ کسی کو اُس کے ساتھ شریک ٹھہراؤں۔ لہٰذا میں اس کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اُس کی طرف میرا رجوع ہے۔ اسی ہدایت کے ساتھ ہم نے یہ عربی فرمان تم پر نازل کیا ہے۔ اب اگر تم نے اس علم کے باوجود جو تمہارے پاس آچکا ہے لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہ کوئی تمہارا حامی اور مددگار ہے اور نہ کوئی اس کی پکڑ سے تم کو بچا سکتا ہے۔"

(الرعد ۳۶ - ۳۷)

پھر مزید فرمایا:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شان سے ہم نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے ایک ایسی قوم میں جس سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں تاکہ تم اُن لوگوں کو وہ پیغام سناؤ جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے اس حال میں کہ یہ اپنے نہایت مہربان خدا کے کافر بنے ہوئے ہیں۔ ان سے کہو کہ وہی میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی میرا ملجا و ماویٰ ہے۔" (الرعد ۳۰)

اور یہ کہ:

"تم اُن سے صاف کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔" (یوسف ۱۰۸)

نیز فرمایا:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدل کر لوں، میں تو بس اسی وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔" (یونس ۱۵)

ہدایت اور گمراہی روشنی اور تاریکی اور اسلام اور کفر میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے۔ انسان ان دونوں میں سے ایک ہی شے اختیار کر سکتا ہے اور رسول روشنی کا علمبردار اور ہدایت کا معلّم ہے اس لیے اس کی تعلیم صاف اور سیدھی ہے۔ اس میں مداہنت نہیں ہوتی۔ ایمان والوں اور کفر والوں کا باہمی کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ ہدایت یافتہ مومنین کے لیے لازم ہے کہ وہ ایک ہو کر دین کے راستے پر چلیں، چنانچہ انہیں متنبہ فرمایا گیا۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو ان کو رفیق بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے ——— اے نبی کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔" (التوبہ - ۲۴)

جو لوگ رسول کی پاکیزہ زندگی اور اس کی تعلیم کا مطابق فطرتِ انسانی ہونا دیکھنے کے باوجود معجزات کے طالب ہوتے ہیں درحقیقت ان میں ہدایت پانے کی صلاحیت کا فقدان ہوتا ہے اور وہ

اپنی بد باطنی اور بد دماغی کے لیے ایسے ہی سہارے تلاش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہدایت سے بے نیاز ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

"اے نبیؐ، جب تم اُن لوگوں کے سامنے کوئی نشانی (معجزہ) پیش نہیں کرتے تو یہ کہتے ہیں کہ تم نے اپنے لیے کوئی نشانی کیوں نہ انتخاب کر لی۔ ان سے کہو، میں تو صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب نے میری طرف بھیجی ہے۔ یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے اُن لوگوں کے لیے جو اسے قبول کریں۔ جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اُسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو شاید کہ تم پر بھی رحمت ہو جائے۔"

(الاعراف ۲۰۳-۲۰۴)

اللہ کی رحمت اپنے بندوں پر متوجہ ہونے کے لیے ہر وقت تیار اور آمادہ ہے بشرطیکہ بندے اپنے مالک کی طرف رجوع کریں اور ہدایت کی یہ خوبی ہے کہ وہ آدمی کے دل و دماغ پر سے افکار پریشان کے بوجھ بھی اُتار دیتی ہے۔ اور معاشرتی رسوم و قیود کو بھی ہلکا کر کے صاف اور سیدھی زندگی کا راستہ بتا دیتی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔

"آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے جو اس پیغمبر نبی امی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے بدی سے روکتا ہے۔ اُن کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور اُن پر سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جو اُن پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جس میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اس کی روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔ وہی فلاح پانے والے لوگ ہیں! اے محمدؐ کہو اے انسانو میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی امی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے اور پیروی اختیار کرو اس کی۔ امید ہے کہ تم راہ راست پا لو گے۔" (الاعراف ۱۵۷-۱۵۸)

گویا انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کی شناخت کرے اور اس تک پہنچنے کا

سیدھا راستہ حاصل کرے وہ سیدھا راستہ وحی اور نبی کی رہنمائی اور ہدایت کے بغیر پانا قطعاً ممکن نہیں ہے۔

وہ سیدھا راستہ ہر دور کے انبیاء کا راستہ ہے جو بذریعہ وحی انسانوں کو دکھایا جاتا ہے۔ فرمایا گیا:

" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہو میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ بالکل ٹھیک دین۔ جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں، ابراہیم کا طریقہ جسے یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا۔ اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا۔ کہو میری نماز، میرے مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا حکم مجھے دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں"۔

(الانعام ۱۶۱ - ۱۶۳)

اور وہ دین جو ٹھیک ٹھیک مالک الملک کو مطلوب ہے وہ ایک صاف صاف کتاب ہدایت کے ذریعے اتارا گیا ہے فرمایا گیا:

" یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ یہ بڑی خیر و برکت والی کتاب ہے۔ اس چیز کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے آئی تھی اور اس لیے نازل کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے سے تم بستیوں کے اس مرکز (مکہ) اور اس کے اطراف میں رہنے والوں کو متنبہ کرو، جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں"۔ (الانعام ۹۲)

اور یہ کہ:

" یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔ (الانعام ۸۸)

ہدایت پانے والے اللہ کو بہت عزیز ہیں اور ان کی دلجوئی اسے بہت محبوب ہے۔ فرمایا گیا:

" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، تم اس (علم وحی) کے ذریعے سے ان لوگوں کو نصیحت کرو

جو اس کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے کبھی اس حال میں پیش کیے جائیں گے کہ اس کے سوا وہاں کوئی ایسا ذی اقتدار نہ ہوگا جو ان کا حامی و مددگار رہو یا ان کی سفارش کرے شاید کہ اس نصیحت سے متنبہ ہو کر) وہ خدا ترسی کی روش اختیار کرلیں۔ اور جو لوگ اپنے رب کو رات دن پکارتے رہتے ہیں اور اس کی خوشنودی کی طلب میں لگے ہوئے ہیں، انہیں اپنے سے دور نہ پھینکو۔ ان کے حساب میں سے کسی چیز کا بار تم پر نہیں ہے اور تمہارے حساب میں سے کسی چیز کا بار ان پر نہیں، اس پر بھی اگر تم انہیں دور پھینکو گے تو ظالموں میں شمار ہوگے۔" (الانعام ۵۱ - ۵۳)

ایک رسول کی ہادی کی حیثیت سے یہی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کی تعلیمات کو اس کے بندوں تک صاف صاف پہنچا دے۔

فرمایا:

"اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔" (المائدہ ۶۷)

مزید فرمایا:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔ لہذا تم خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے۔ اس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔"

(المائدہ ۴۸)

مالک اپنے ان بندوں کو مخاطب کر کے اور ان پر احسان جتلاتے ہوئے فرماتا ہے جو پہلے سے آسمانی ہدایات سے آگاہ اور ان سے شناسا ہیں۔ اور اس کی پہچان رکھتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ انہیں بتاتا ہے کہ تم اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے اس تعلیم ربانی کو پہچاننے اور اسے تسلیم کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہو، جب کہ ایک بشارت دینے اور ڈرانے والا نبی تمہارے درمیان موجود ہے۔

"اے اہل کتاب، ہمارا یہ رسول ایسے وقت میں تمہارے پاس آیا ہے اور دین کی واضح

تعلیم دے رہا ہے جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت سے بند تھا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ تمہارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا - سو دیکھو اب بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آگیا - اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

(المائدہ - ۱۹)

نبی جو راہ راست اختیار کرنے والوں کو بشارت دینے والا اور کجروی اختیار کرنے والوں کو ڈرانے پر مامور ہوتا ہے - وہ اہلِ کتاب کے سامنے بھی دعوتِ دین پیش کرتا ہے - وہ اہل کتاب جو امتدادِ زمانہ سے اپنی بہت سی دینی تعلیمات کو کھو چکے ہیں، ان سے غافل ہو چکے ہیں اور اُن سے منہ موڑ چکے ہیں - اب وہی تعلیمات قرآن کی صورت میں زیادہ بہتر طور پر اُن کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں -

فرمایا گیا،

" اے اہل کتاب، ہمارا رسول، تمہارے پاس آگیا ہے، جو کتابِ الٰہی کی بہت سی ان باتوں کو تمہارے سامنے کھول رہا ہے جن پر تم پردہ ڈالا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگذر بھی کر جاتا ہے، تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو اُس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا اور راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔" (المائدہ ۱۵-۱۶)

مزید فرمایا:

" لوگو، یہ رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آگیا ہے، ایمان لے آؤ یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے اور اگر انکار کرتے ہو تو جان لو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔" (النساء ۱۷۰)

خود حضور اکرمؐ سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ نے اُن کے مقام ہدایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

" اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمہیں معلوم نہ تھا اور اس کا فضل تم پر بہت ہے۔" (النساء ۱۱۳)

ہدایت تمام تر نبی کی تعلیمات میں ہی مضمر ہوتی ہے اور انصاف تمام تر نبی کے فیصلوں پر ہی منحصر ہوتا ہے، اس لیے جو لوگ نبی کے فیصلوں سے پہلوتہی کریں وہ ایمان سے یکسر خالی ہوتے ہیں۔

چنانچہ فرمایا:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، تمہارے رب کی قسم، یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو --- فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو، اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سربسر تسلیم کریں"۔

(النسا ۶۵)

اہل ایمان کی اس سے بڑھ کر خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُن کے درمیان اللہ کا بھیجا ہوا ہادی رسول کی صورت میں موجود ہو جو انہیں اُن کے مالک کی رضا سے آگاہ کرے، انہیں راہ راست کی نشان دہی کرے اور انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی تعلیم دے اور تلقین کرے۔

فرمایا:

"اہلِ ایمان پر تو اللہ نے یہ بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود انہیں میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے"۔ (آل عمران ۱۶۴)

ہدایت دراصل ایک عمل مسلسل اور ایک سمت معین ہے۔ عمل اللہ کی فرماں برداری اور سمت اللہ کی رضا ہے۔ اس کی طرف بنی نوع انسان کی زندگی کے ہر دور میں رہنمائی کی جاتی رہی۔ مالک نے جو ربوبیت کا ذمہ دار ہے اور جو اپنے بندوں کو ہدایت کے بغیر بھٹکنے کے لیے چھوڑنے والا نہیں ہے۔ ہر دور میں اپنے فرستادہ نبی اُٹھائے اور انہیں امرِحق واضح کرنے کے لیے کھڑا کیا۔ اس لیے ہدایت ایک ہی ہے اور وہ مالک کی بندگی اور اطاعت ہے اور ہر فرستادہ اپنے اپنے دور میں اسی ایک ہدایت کی طرف اپنے دور کے لوگوں کو بُلاتا رہا ہے۔

فرمایا گیا:

"اے نبی، کہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں، اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے،

ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر نازل ہوئی تھیں۔ اور ان ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور دوسرے پیغمبروں کو اُن کے رب کی طرف سے دی گئیں۔ ہم اُن کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے تابع فرمان مسلم ہیں، اس فرمانبرداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔"

(آل عمران ۸۴-۸۵)

گویا بندوں کی حقیقی ضرورت یہ ہے کہ وہ اپنے معبود سے آشنا ہوں اور جس طرح اس کی ربوبیت سے مادی طور پر مستفید ہوتے ہیں اسی طرح روحانی طور پر بھی اس کی محبت کی چاشنی سے آشنا ہوں۔ اس لیے نبی کا یہ کام ہے کہ وہ بندوں کو ان کے رب کے قریب تر لائے اور انہیں اُن کے رب سے آشنا کرائے اور رب کی آشنائی اُس کی بندگی اور اطاعت ہے۔

فرمایا:

"اے نبیؐ، لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے ان سے کہو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کر لو۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں"۔ (آل عمران ۳۱-۳۲)

فرمایا گیا:

"یعنی تمہارے درمیان خود تم میں سے ہی ایک رسولؐ بھیجا، جو تمہیں میری آیات سناتا ہے، تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفرانِ نعمت نہ کرو"۔ (البقرہ ۱۵۱-۱۵۲)

گویا رسول اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات محکمات بہت بڑی نعمت ہیں۔ اللہ کی وحی بہت بڑی نعمت ہے۔ کتاب و حکمت کی تعلیم بہت بڑی نعمت ہے اور ان نعمتوں کا شکر ادا

کرنا بندوں پر فرض ہے تاکہ انہیں مزید نعمتوں سے نوازا جائے اور کفرانِ نعمت سے اجتناب کیا جائے، اس لیے کہ ہدایت جیسی نعمت کا کفران گمراہی جیسی تاریک بلائے بد کو انسان پر مسلط کر دیتا ہے۔

حضور اکرمؐ نے اپنی نبوی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنا فریضہ نبوت ادا کرنے اور خدا کے بندوں تک پیغامِ خداوندی پہنچانے میں صرف کیا۔ ہر وقت، ہر مقام، ہر مجلس اور ہر جگہ حضورؐ کی نبوی حیثیت آپ کے ساتھ ساتھ رہی اور حضورؐ اکرم بنی نوع انسان کو جس کی طرف آپ مامور من اللہ خدا کی بندگی کی طرف بلاتے رہے اور اسے بندگی کے آداب اور عبدیت کی تفصیلات سے آگاہ کرتے رہے۔ کبھی آپؐ نے اپنے گھر والوں کو اس طرح مخاطب کیا اور فرمایا:

اے فاطمہؓ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اے صفیہ بنت عبدالمطلب اور اے بنوعبدالمطلب مجھے اللہ کی طرف سے تمہیں فائدہ پہنچانے کے سوا کوئی اختیار نہیں ہے۔ تم میرے مال میں سے جتنا چاہو مجھ سے مانگ لو۔ خدا کی قسم جو چیز میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں کوئی نہیں جو اپنی قوم کے پاس اس چیز سے بہتر شے لایا ہو۔ میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں اور مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی طرف دعوت دوں۔ تم میں سے کون ہے جو میرے اس کام میں میرے ہاتھ مضبوط کرے اور اس کے نتیجے میں میرا بھائی بن جائے۔

(روایت مسلم تفسیر ابن کثیر ص ۳۵۰ جلد ۳)

کبھی آپؐ نے اپنے صحابہ کو نصیحتیں فرمائیں چنانچہ ایک بار حضرت معاذؓ بن جبل کو دس باتوں کی وصیت فرمائی، ظاہر ہے کہ ہر ہر مسلمان ان وصیتوں کا مخاطب ہے:

آپؐ نے فرمایا:

——— اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو چاہے تمہیں قتل ہی کر دیا جائے۔

——— اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمہیں حکم دیں کہ اپنے اہل و عیال اور مال و منال چھوڑ کر نکل جاؤ۔

——— کبھی ایک فرض نماز بھی قصداً نہ چھوڑو کیونکہ جس نے ایک فرض نماز قصداً چھوڑ دی اُس کے لیے اللہ کا ذمہ اور عہد نہیں رہا۔

——— شراب ہرگز نہ پیو کیونکہ شراب سارے فواحش کی جڑ بنیاد ہے۔

—— ہر گناہ سے بچو، گناہ سے اللہ کا غصہ نازل ہوتا ہے۔

—— جہاد کے معرکے سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو چاہے کشتوں کے پشتے لگ رہے ہوں۔

—— لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے وبا کے ڈر سے نہ بھاگو۔

—— اپنے اہل و عیال پر اپنی حیثیت —— اور استطاعت کے مطابق خرچ کرو۔

—— اپنے اہل و عیال کو ادب سکھانے کے لیے حسبِ ضرورت اُن پہ سختی کرو۔

—— اُن کو اللہ سے ڈرایا بھی کرو۔

(مسند احمد۔ معارف الحدیث)

حضرت ابوذر غفاریؓ نے روایت کی ہے کہ مجھے میرے محبوب دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کا خاص طور پر حکم دیا تھا:

—— مساکین سے محبت رکھنے اور اُن کے قریب رہنے کا۔

—— دین میں اپنے سے اُوپر اور دُنیا میں اپنے سے نیچے کی طرف دیکھنے کا۔

—— اہل قرابت سے صلہ رحمی کرنے کا۔

—— خدا کے سوا کسی سے کوئی چیز نہ مانگنے کا۔

—— ہر موقعہ پر ہمیشہ حق بات کہنے کا۔

—— اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے کا

—— کلمہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھنے کا۔

سورۂ مدثر کے پہلے رکوع کی رُو سے حضورؐ کی نبوت اور رسالت کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ لوگوں کو مندرجہ ذیل چیزیں سکھائیں:

—— نافرمان لوگوں کو ان کے انجامِ بد سے ڈرانا۔

—— اللہ کی ربوبیت اور کبریائی اور عظمت و جلال بیان کرنا۔

—— لوگوں کو اعتقاد و اعمال کی نجاستوں اور ظاہری اور باطنی اخلاقی گندگیوں سے پاک کرنا۔

—— پاکیزگی، صفائی اور پاک دامنی سکھانا۔

—— دینی تعلیمات لوگوں تک پہنچانا۔

—— راہ حق میں جو مصائب بھی آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرنا۔

اللہ کا اذن سننے پر حضور اکرم نے اعلان نبوت کے سامنے پہلے ہی خطبے میں قریش کو جمع کر کے حق و ہدایت کی بات اُن تک برملا پہنچا دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا:

"کیا تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو"۔

سب نے بیک آواز کہا:

"ہم یقین کرتے ہیں کہ آپ صادق اور امین ہیں"۔

حضورؐ نے فرمایا:

"اچھا تو پھر سنو اے لوگو، میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کا مالک و خالق ہے۔ وہ واحد و یکتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ اور قائم ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ غنی اور بے نیاز ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ مخلوق کو پالتا اور جانداروں کو رزق دیتا ہے۔ سب کچھ اسی نے پیدا کیا ہے۔

لوگو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل کی نعمت دی ہے تاکہ تم اُس کی واحدانیت اور ربوبیت اور رزاقیت اور خالقیت پر غور کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ وہ توبہ کرنے والے بندوں پر اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور اُن کی آرزوؤں کو پورا کرتا ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو۔ اے اللہ کے بندو اگر تم اللہ سے ڈرو اور اس کے حکموں کے آگے جھک جاؤ تو پھر تمہیں کسی چیز کے لیے بھی کسی دوسری تدبیر کی احتیاج نہ ہوگی۔ وہ سب سے زیادہ معاف کرنے والا اور غفور و رحیم ہے۔

اے لوگو، یہ تم نے اپنے خالق و مالک کو چھوڑ کر پتھر کے ٹکڑوں کو کیوں اپنا معبود بنا لیا ہے۔ ان میں کوئی نفع و ضرر کی قوت نہیں ہے، یہ تو اپنے آپ سے بھی ضرر کو رفع کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ یہ کسی کی پکار نہیں سن سکتے۔ اے لوگو، تم —— خدائے قدوس کو چھوڑ کر عاجز ہستیوں کی پرستش کرتے ہو اور تم نے اس کے احسانات کو فراموش کر دیا ہے۔ خدا کے بندو، خدا کی ہی عبادت کرو۔ میں تمہیں اس نازک وقت کے آنے سے پہلے ہدایت کرتا ہوں کہ اپنی روح اور دل اور اپنی ساری قوتوں اور خواہشوں کے ساتھ خدائے قدوس کے آگے جھک جاؤ

اور اس کی عبادت کرو۔ یقین کرو کہ موت تمہارے سر پر آرہی ہے اور تمہیں ایک روز خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور میں عالم آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسا دُنیا پر تمہاری نظر ہے۔ کون ہے جو اس کام میں میرے ساتھ تعاون کرے گا۔"

یہ وہ پہلی پکار ہے جو ہدایت کی طرف اللہ کے نبی نے اپنی قوم کو دی اور پھر کشمکش کا وہ دور شروع ہوا جو بالآخر ہجرت اور بدر و اُحد سے گزرتا ہوا فتح مکہ پہ منتج ہوا۔

حضورؐ کی تعلیمات ہدایت زندگی کے سارے ہی شعبوں کے بارے میں تھیں۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی، معاشرتی اور معاشی زندگی، تہذیبی اور سیاسی زندگی، دعوت توحید حضورؐ کی دعوت کا بنیادی نقطہ ہوتا۔ رسالت اور اس کی اطاعت، آخرت اور اس کی جواب دہی، اعتقادات کے ساتھ ساتھ معاملات اور لین دین کی صفائی، عبادت پاکیزگی اور عبادات کا ایک پورا نظام بتدریج ہدایات نبوی کا موضوع بنتا چلا گیا۔

حضورؐ اکرم کی دعوت و ہدایت کا نجاشی کے دربار میں اُن کے چچیرے بھائی جعفر بن طیار نے جس انداز میں تعارف کرایا، وہ بھی اپنی تاریخی نوعیت کے لحاظ سے بیحد اہم ہے۔ انہوں نے حضورؐ کی دعوتِ ہدایت کا تعارف کراتے ہوئے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا:

"اے بادشاہ، ہم جہالت میں مبتلا تھے، بُتوں کو پوجتے تھے، نجاست میں آلودہ تھے، مردار کھاتے تھے۔ بیہودہ بکا کرتے تھے۔ ہم میں انسانیت اور سچی مہمانداری کا نشان نہ تھا۔ ہمسایہ کی رعایت نہ تھی، کوئی قاعدہ و قانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا جس کے حسب و نسب، سچائی، دیانتداری اور تقویٰ پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا ...... کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اس نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا۔ اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں، وعدہ پورا کیا کریں۔ گناہوں، برائیوں سے بچیں، اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں اور صدقہ دیا کریں۔ اور روزے رکھا کریں لیکن ہماری قوم ہم سے ان باتوں پہ بگڑ بیٹھی ہے۔ قوم نے جہاں تک ہوسکا ہم کو ستایا کہ ہم وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور لکڑی اور پتھر کی مورتوں کی پوجا کرنے لگ جائیں۔ ہم نے اُن کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائیں

اور جب ہم مجبور ہو گئے، تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لیے آئے" [1]

اور جب ان تکالیف سے گزر کر فتح ہو گیا اور وہ قریش جنہوں نے مسلمانوں کے لیے مکہ کی زمین برس ہا برس تک تنگ رکھی تھی خود اپنے گھر میں مفتوح ہو کر حضورؐ کے سامنے حاضر ہوئے تو حضورؐ کی زبانِ ہدایت نے جو فرمایا، وہ بھی رحمت کے لحاظ سے انسانیت کا قیمتی سرمایہ ہے:

"اے جماعت قریش، خدا نے تمہاری جاہلانہ رسومات اور آباؤ اجداد پر اکڑنے کا غرور آج توڑ دیا، حقیقت یہ ہے کہ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے بنایا گیا تھا۔ خدا کے ہاں تو اسی کی عزت زیادہ ہے جس میں خدا خوفی اور تقویٰ زیادہ ہے"۔

پھر فرمایا:

"جاؤ تم آزاد ہو اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں ہے"۔

آپؐ کے اس رحم و کرم نے دلوں کے بند دروازے کھول دیے اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہوتے گئے۔ حضورؐ کوہ صفا پر بیٹھ گئے اور نئے مسلمان ہونے والوں سے بیعت لیتے گئے۔ بیعت کا اقرار ہدایت یہ تھا:

۱۔ میں خدا کے ساتھ کسی کو بھی اس کی ذات میں، صفات میں اور استحقاقِ عبادت اور استحقاقِ استعانت میں شریک نہ کروں گا۔

۲۔ میں چوری نہ کروں گا، زنا نہ کروں گا، خون ناحق نہ کروں گا، لڑکیوں کو جان سے نہ ماروں گا، کسی پر بہتان نہ لگاؤں گا۔

۳۔ میں امورِ حق میں حضورِ اکرمؐ کی اطاعت بقدر استطاعت کروں گا۔ [2]

اور عورتوں کو راہ راست دکھانے کے لیے ان کی اخلاقی کمزوریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مزید یہ اقرار لیا جاتا تھا کہ وہ کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی۔ طمانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی، بال نہ کھولیں گی، گریبان چاک نہ کریں گی، سیاہ کپڑے نہ پہنیں گی اور قبر پر سوگواری کے لیے نہ بیٹھیں گی۔

پھر رحمت للعالمین نے ہدایت ربانی کو چار دانگ عالم تک پہنچانے اور ہدایت رسانی کے فریضے

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۱۶ [2] طبری

کو ادا کرنے کے لیے سلاطینِ عالم کو بے شمار دعوتی خطوط لکھے جن میں سے شاہ حبشہ کے نام جو خط لکھا گیا تھا وہ اب بھی محفوظ ہے جو دعوتِ حق کا بے نظیر نمونہ ہے۔

آپؐ نے تحریر فرمایا:

"یہ مکتوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ حبشہ نجاشی الاصحم کے نام ہے۔ سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت قبول کی اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ اور اس نے اس بات کی شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں، اور اس کی نہ بیوی ہے نہ بیٹا ہے اور گواہی دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ پس میں اللہ کا رسول ہوں، تم اسلام قبول کرو، سلامتی پاؤ گے۔"

"اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی غلامی اختیار نہ کریں اور نہ کسی چیز کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا مالک نہ سمجھے۔ اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہدو اے لوگو تم گواہ رہنا کہ ہم تو مسلمان ہیں۔"

پس اے بادشاہ اگر تو نے انکار کیا تو تیری نصرانی قوم کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا۔

یوں حضورؐ اکرم رحمت للعالمین نے اللہ کا پیغام رحمت و ہدایت تمام دنیا کے انسانوں تک پہنچایا اور اپنا وہ فریضہ نبوت احسن طریقے سے سرانجام دیا جس فرض پر خاتم النبیین کی حیثیت سے آپ مامور تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی حضورؐ نے ایک عالمگیر خطبہ ارشاد فرمایا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اس کے ذریعے آپ نے دعوت حق کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ پھر احقاقِ حق کے لیے اپنے سامنے تاحد نظر پھیلی ہوئی اس خلقِ خدا سے بہ آواز بلند خود پوچھا۔

"اے لوگو، قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی پوچھا جائے گا۔ مجھے بتاؤ کہ تم کیا جواب دو گے"۔ لوگوں نے پکار کر کہا کہ "ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم تک پہنچا دیے۔ آپ نے کھرے کھوٹے کی بابت ہمیں اچھی طرح بتا دیا۔"

اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر لوگوں کی

طرف جھکاتے ہوئے فرمایا۔

" اے خدا سُن لے تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں ۔ اے خدا گواہ رہنا کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں ۔ اے خدا شاہد رہنا کہ یہ سب صاف اقرار کر رہے ہیں"۔

پھر مزید فرمایا کہ "جو لوگ موجود ہیں وہ اُن تک جو موجود نہیں ہیں ، یہ بات پہنچا دیں"۔ اس طرح حضورؐ نے تکمیل ہدایت کی اور اپنی نبوت کے فریضے کو نہ صرف پورا کرنے کا حق ادا کیا بلکہ خدا کی مخلوق کو بھی اس پر گواہ کر لیا تاکہ ہدایت پہنچانے کے فریضے پر مخلوقِ خدا بھی گواہ ہو اور خود خدا بھی گواہ ہو۔

چنانچہ فوراً ہی خدا کی طرف سے ادائیگی فرض اور تکمیل ہدایت کی رسید بھی مل گئی ۔ اسی جگہ اور اسی وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

" آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا"۔

اور جب آپؐ دنیا سے رخصت ہوئے تو اُس وقت بھی آپؐ کی زبان مبارک پر انسانوں تک ہدایت پہنچانے کے آخری الفاظ یہی تھے ۔ قرآن اہل بیت، قرآن اہل بیت ۔

قرآن ...... دعوتِ حق اور ہدایت ربانی کا بہتا ہوا ازلی اور ابدی چشمہ صافی جس سے انسان قیامت تک سیراب و شاد کام ہوتے رہیں گے اور اُس کی مدد سے صراطِ مستقیم پر گامزن رہیں گے۔

اھل بیت .... داعیانِ دعوتِ حق اور مبلغین ہدایت ربانی جو ایک گروہ مبلغین کی طرح قیامت تک حضورؐ اکرم کے مشن کی تکمیل و توسیع کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے ۔ اور احقاق حق اور ابطال باطل کرتے رہیں گے اور جباروں ، ظالموں ، خدا کے باغیوں اور سرکشوں کے سامنے سربکف دعوت حق پیش کرتے رہیں گے چاہے ان کے لیے کتنی ہی کربلائیں برپا کی جائیں ۔

یوں حضورؐ اکرم سراپا ہدایت اور سراپا رحمت تھے ۔

خود پسندی کی ہلاکت خیزیاں

جناب پروفیسر محمد سلیم صاحب

بساطِ عالم کی نیرنگیاں تو عجیب ہیں ہی۔ بساط انسانی کی بوقلمونیاں بھی کچھ کم عجیب نہیں ہیں۔ یہاں بھی حیرت انگیز واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ کیا یہ عجیب سانحہ نہیں ہے کہ کل تک جو مردانِ راہ دشمنوں کے طعن و تشنیع سنتے رہے اور بد دل نہیں ہوئے۔ قید و بندکی مصیبتوں کے بعد بھی جن کی خندہ جبینی میں فرق نہیں آیا۔ مظالم کا نشانہ بنے مگر پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی۔ وہ مردانِ راہ شیطان کے نفسیاتی حربے سے مات کھا گئے۔ پھر راہِ صواب سے اس حد تک برگشتہ ہو گئے کہ جن ہاتھوں نے سخت مشقت اور جاں فشانی دکھا کر ایک عمارت کو کھڑا کیا تھا۔ اب وہ اس کے ڈھانے کے درپے ہو گئے۔ جن مقاصد کو فروغ دینے کے لئے انہوں نے دن رات ایک کر دیا تھا، اب وہ ان کے خلاف منفی تحریک چلا رہے ہیں۔ جن اشخاص کی مدح و توصیف میں مدام رطب اللسان رہتے تھے، اب ان کی تنقیص و تحقیر میں ان کی زبان تیزی سے چلتی رہتی ہے۔ اس سے بڑھ کر شیطان کی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو کام دشمن کرتا وہ یہ دوست کر رہے ہیں۔ خود پسندی کی ہلاکت خیزیاں! خدا کی پناہ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

انسان کے نفس کو جو باطنی امراض لاحق ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک مزمن مرض خود پسندی اور خود ستائی ہے۔ جس شخص کو یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے اس کو ناکارہ بنا دیتا ہے جس مجلس اور انجمن میں یہ مریض شرکت کرتا ہے وہ انجمن اختلاف اور انتشار کی نذر ہو جاتی ہے۔ ایسی انجمنوں کی کارکردگی صفر رہ جاتی ہے۔ افراد کو اور انجمنوں کو ناکام اور ناکارہ بنانے اور فساد کی راہ پر

ڈالنے میں شیطان کا یہ بڑا کامیاب حربہ ہے۔ اس طریقہ سے شیطان گربۂ مسکین کو نہیں بلکہ شیر نر کو شکار کرتا ہے۔

خودی خود اعتمادی ہے، خودپسندی یا انانیت نہیں ہے۔ خودی کا مفہوم ہے: "میں ہوں" انانیت کا مفہوم ہے "میں برتر ہوں"، "میں سب کچھ ہوں"۔ ایک اثباتی اندازِ بیان ہے، دوسرا ادعائی طرزِ کلام ہے۔ ایک صحت مند ذہن کی علامت ہے، دوسرا بیمار ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک آدم کی صفت ہے، دوسرا شیطان کا ورثہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور شیطان کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ فرشتوں نے تو تعمیلِ حکم میں سجدہ کر لیا، مگر شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا میں اس سے برتر ہوں۔ میری پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آدم مٹی سے بنا ہے۔ شیطان کا یہ طرزِ عمل انانیت اور خودپسندی کی مکمل تصویر ہے۔ انانیت کا اظہارِ اوّل بڑے سادہ اور معصوم انداز میں ہوتا ہے۔ سب سے پہلے اختلافِ رائے کا اظہار کیا جاتا ہے۔ پھر اختلافِ رائے کے اظہار پر اصرار شروع ہو جاتا ہے۔ ہر جذبہ کی طرح یہ جذبہ بھی کسی ایک مقام پر قرار نہیں پاتا۔ بلکہ مزید ترقی کرتا رہتا ہے۔ مختلف شکلوں اور مرحلوں سے گزرتا رہتا ہے، خود رائی، خودستائی، خودپسندی، بدبینی، بدگوئی سے ترقی کرتے کرتے بالآخر خودپرستی اور انانیت تک جا پہنچتا ہے۔

ا۔ خودپسندی کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان اپنی بات کو اور اپنی رائے کو افضل اور برتر سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ اختلافِ رائے بذاتِ خود کوئی بری شے نہیں ہے۔ یہ بھی فطری امر ہے۔ کہ جب کوئی شخص ایک رائے پیش کرتا ہے تو اس کو بہتر ہی سمجھ کر پیش کرتا ہے۔ یہاں تک کوئی خرابی نہیں۔ جس انداز سے اور جس ذہنیت سے اختلاف کیا جاتا ہے اس پر اچھائی یا برائی کا دارومدار ہے۔ خودپسند آدمی کی گفتگو کے پس پردہ ذہن میں جھانک کر دیکھا جائے تو یہ بات صاف محسوس ہوتی ہے کہ وہ خود کو دوسروں سے افضل اور اعلیٰ سمجھتا ہے۔ ممکن ہے ابتدا میں خود صاحبِ موصوف کو اپنی ذہنیت کے رخ کا واضح ادراک نہ ہو، لیکن بتدریج سامعین پر حقیقت عریاں ہو جاتی ہے۔ خرابی کا آغاز یہاں سے ...... ہوتا ہے۔ اسلام کی راہ سے انحراف یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ بندگی اور برتری ساری اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے۔ خاکی اور حقیر انسان

کو بڑائی اور بزرگی کی بات کرنا...... اور وہ بھی اپنے لئے ..... زیب نہیں دیتا۔ انسان کے مناسب حال بات تو یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے عجز و انکسار کا اظہار کرتا رہے۔

۲۔ دوسرے مرحلہ میں داخل ہونے کے بعد ایک خود پسند آدمی صرف اظہارِ برتری پر ہی قناعت نہیں کرتا ہے، بلکہ اپنے دعویٰ کے حق میں عقلی دلائل دینا شروع کر دیتا ہے۔ جیسا کہ شیطان نے اپنی بڑائی کے حق میں دلیل دی تھی کہ میری تخلیق آتشین اور آدم کی تخلیق خاکی ہے۔ فی الحقیقت اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے۔ یہ ایک وہمی سی بات ہے۔ آگ ہو، مٹی ہو یا کوئی اور عنصر ہو، سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں۔ مخلوق ہونے کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔ ان کے درمیان بڑائی اور چھوٹائی کی کوئی وجہ معقول نہیں ہے۔ یہی حال اکثر ان دلائل کا ہوتا ہے جو انانیت پسند لوگ دیتے ہیں۔ یہ خود تراشیدہ دلائل کسی مغالطہ یا واہمہ پر مبنی ہوتے ہیں۔ عقل کے میزان میں بے وزن اور منطق کی کسوٹی پر یہ کھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ مگر خود پسند آدمی کے ذہن کا تانا بانا عقل و منطق کے ٹھوس حقائق کی بجائے مغالطوں اور خوش فہمیوں کے تار عنکبوت سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ جس میں رہنے والی مکڑی خود کو ایک مضبوط قلعہ میں محفوظ سمجھتی ہے۔

۳۔ خود پسند اپنا قد آور ہونا ثابت کرنے کے لئے ضرورت محسوس کرتا ہے کہ اپنے حریفوں کو پستہ قد ثابت کر دے تاکہ اس کی عظمت ظاہر ہو جائے اس لئے خود کو حسین و جمیل ثابت کرنے کے لئے دوسروں کو زشت و قبیح ثابت کرتا ہے۔ خود کو حکیم و دانا ثابت کرنے کے لئے دوسروں کو نادان و سفیہہ ثابت کرتا ہے۔ خود ستائی اور خود بینی کا لازمی تکملہ دوسروں کی نکتہ چینی اور عیب بینی سے ہوتا ہے۔ اس مہم میں بسا اوقات وہ اس قدر اندھا ہو جاتا ہے کہ یہ بھی نہیں دیکھتا کہ عیبوں کی جو گٹھڑی اسے نے چنی ہے وہ عیب ہیں بھی یا نہیں۔ کوئی غلط فہمی تو نہیں ہے۔ کوئی نادانستہ اتفاقی لغزش تو نہیں ہے۔ ایسی لغزشوں سے کس کا دامن پاک ہے۔؟ بہرکیف خود پسندی آدمی کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنی ستائش اور دوسروں کی تحقیر و تذلیل میں لگا رہے۔ انسان برائی کے ذکر سے طبعاً خوش نہیں ہوتا۔ اس کے سامنے جب بار بار ایک شخص کی تحقیر و تنقیص بیان کی جاتی ہے تو بعض اوقات اس کا ردِ عمل شروع ہو جاتا ہے۔ خود پسندی کا مفرط جذبہ منفی اثرات دکھانا شروع کر دیتا ہے۔ خود پسند آدمی جتنا اس مشغلہ میں غلو دکھاتا ہے، اتنا ہی لوگ اسے بدگمتے ہیں۔ جو لوگ

ابتدا میں اس سے حسن ظن قائم رکھتے تھے۔ وہ بھی یہ وطیرہ دیکھ کر اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

۴۔ خود پسند آدمی جب دیکھتا ہے کہ اس کی جدوجہد کے ثمرات ظاہر نہیں ہوئے۔ اس کی توقعات کے مطابق اس کے حریف کے خلاف مخالفت کا طوفان برپا نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے ہم خیال افراد کی تعداد بھی گھٹنا شروع ہو رہی ہے تو طیش اور ناکامی سے ملی جلی کیفیت..... جھنجھلاہٹ اس پر مستولی ہو جاتی ہے۔ یہ بات تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ میری رائے غلط ہو سکتی ہے، یا میرے دلائل بے وزن ہو سکتے ہیں، یا میرا اندازِ بیان مؤثر نہیں ہے۔ وہ سارا غصہ دوسروں پر نکالتا ہے۔ وہ سب غیر جانب دار لوگوں کو بھی اپنے حریف کا طرف دار شمار کر لیتا ہے۔ اس سے اس کا غصہ اور بڑھ جاتا ہے۔ غصہ اس کی مزاجی کیفیت بن جاتی ہے۔ اس کا مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ اپنوں سے اور پرایوں سے ذرا ذرا سی بات پر وہ الجھتا رہتا ہے۔ غصہ میں چہرہ سرخ ہونا تو خیر معمولی بات ہے بعض دفعہ تو منہ میں جھاگ آجاتے ہیں۔ بعض لوگوں کو تفریح کا مشغلہ مل جاتا ہے وہ خواہ مخواہ اس کو چھیڑتے ہیں اور پھر جو خرافات وہ بکتا ہے اس سے لطف لیتے ہیں۔

۵۔ اب وہ شخص انانیت کی آخری حدوں کو چھو لیتا ہے۔ غصہ اور جھنجھلاہٹ کی دائمی کیفیت طاری رہنے کی وجہ سے عقل و ہوش کنارہ کر جاتے ہیں۔ اکثر بے عقلی کی باتیں کرتا رہتا ہے۔ جس قدر ناکامی کا احساس ہوتا ہے اسی قدر طاقت سے وہ اپنے حریف پر حملہ آور ہوتا ہے۔ وہ اس کا قلع قمع کر دینا چاہتا ہے۔ اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دینا چاہتا ہے۔ ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ ہر چال چلتا ہے۔ ہر زبان استعمال کرتا ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہے جہاں شیطان نے کہا تھا کہ وہ آدم کو اور اس کی اولاد کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھوں گا۔"

اب ذرا اس سارے ڈرامے پر اک نظرِ بازگشت ڈالیے۔ بات چلی تو تھی اختلاف رائے سے اور پہنچی حریف کا قلع قمع کرنے تک۔ اختلافِ رائے میں اثباتِ حق اور خیر خواہی ضروری اور یہاں جذبۂ انتقام نے استیصالِ کُلّی تک پہنچا دیا۔ یہ وہ مقام ہے جس کو استعارہ کی زبان میں قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایسا انسان اس بڑھیا عورت کی مانند ہے جس نے بڑی محنت سے سوت کاتا پھر خود ہی اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اپنے کیے دھرے کو خود ہی تہس نہس کر ڈالا۔ خود پسندی

کی ہلاکت خیزیاں! خدا کی پناہ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بعض لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس مرضِ انانیت کا کوئی علاج ہے بھی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو کسی حال میں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی رحمت جب چاہے دست گیری کر سکتی ہے۔ بہرکیف یہ مرض عسیر العلاج ضرور ہے۔ اس کا علاج ہے بہت مشکل۔ نہ بحث مباحثہ سے کوئی فائدہ ہوتا ہے، نہ عقلی دلائل سے کچھ کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ البتہ معالج ایسے شخص کو تلاش کرنا چاہیئے، جس کا حسنِ ظن مریض کے دل میں باقی ہو۔ وہ معالج بار بار اپنی محبت کا اظہار کرے اور صبر و حکمت سے چند امور ذہن نشین کرائے۔

سب سے پہلے اس بات پر مریض کا یقین تازہ ہونا چاہیئے کہ دنیا کا سارا کارخانہ اور انسانوں کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم میں ہیں۔ اس کے علم کے بغیر ایک پتہ بھی حرکت نہیں کرتا ہے۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے وہ ہرگز بے خبر نہیں ہے۔ اس عظیم الشان کائناتی منصوبہ کی بے حد و حساب وسعت و پہنائی میں انسان کا وجود لمحہ دو لمحہ سے زائد نہیں ہے۔ اس محیر العقول منصوبہ کے سامنے انسانِ بے چارہ کی کیا بساط ہے۔ کسی ایک فرد کے کسی فعل یا قول یا رائے سے اس منصوبہ کی کامیابی یا ناکامی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ انسان کی ہستی ہی کیا ہے۔ ہاں البتہ ہم شرعاً جن امور کے مکلف ہیں۔ ان میں سے یہ بات ہے کہ ہر فرد حق کہے، حق کو قبول کرے۔ یہ فرض ضرور انجام دیتے رہنا چاہیئے۔ ورنہ درحقیقت سب کچھ اس کا فضل ہی فضل ہے۔ اس لیے اپنی بات یا اپنے عمل پر انحصار کرنے کی بجائے اس کے فضل کا امیدوار رہنا چاہیئے۔

دوسرے اس بات پر مریض کا یقین تازہ ہونا چاہیئے کہ ہمارے اقوال اور ہمارے اعمال سے بڑھ کر ہماری نیت کی قدر و قیمت ہے۔ نیت کو علم و عمل پر برتری حاصل ہے۔ اجر و ثواب کا سارا دارومدار نیت اور اخلاص پر ہوگا۔ اس لیئے ہماری ہر دم یہ کوشش رہنی چاہیئے کہ نیت نیک ہو اور اعمال میں اخلاص ہو۔ اگر یہ ہے تو پھر ضرور ہمیں ثواب ملے گا۔ گو بظاہر حال کوئی ہماری رائے رد کر دے۔ ہمارے کام کو نظر انداز کر دے یا ہمارے ساتھ زیادتی کرے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کس کا عمل کیسا ہے اور کس کی نیت کیسی ہے ساجد ثواب آخرت میں اللہ تعالیٰ دے گا۔ اس لیے انسان کو دنیا سے زیادہ آخرت پر نظر (باقی بر صفحہ ۴۳)

بہ مصطفیٰ برساں

"محسنِ انسانیت" مؤلفہ: نعیم صدیقی پر تبصرہ

ڈاکٹر امان اللہ خان ۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۔ هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۔

وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ضابطۂ ہدایت دے کر اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ ہر دین کے مقابلے میں اسے (پوری انسانی زندگی پر) غالب کر دے! اگرچہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

"درحقیقت حضورؐ کے پیشِ نظر جہاں اعتقادی اور اخلاقی انقلاب تھا، وہاں پوری اہمیت کے ساتھ سیاسی انقلاب بھی تھا۔ جہاں فرد کی اصلاح مطلوب تھی وہاں تمدن کی درستی بھی مقصود تھی۔ دوسرے لفظوں میں حضورؐ نے انسان کو ایک اجتماعی وجود کی حیثیت سے سامنے رکھا اور اس کی اصلاح اس کے جملہ تمدنی رابطوں سمیت کرنا چاہی۔ حضورؐ نے انسان کو تمدن سے منقطع فرد کی حیثیت سے نہیں لیا۔ اور اپنی دعوت اس کی نجی زندگی تک محدود نہیں رکھی۔ یہ حقیقت سامنے رکھیئے اور حضورؐ کے نصب العین کی پوری وسعت کو ذہن نشین کر لیجئے تو پھر واقعاتِ سیرت میں پورا تسلسل دکھائی دے گا، اور ہر واقعہ اور اقدام اور تدبیر کی توجیہہ ہوتی چلی جائے گی۔ بصورتِ دیگر نہ سیرتِ پاک کے اسرار کھلتے ہیں اور نہ قرآنِ مقدس کے نکات واضح ہوتے ہیں۔" (ص ۳۸)

یہ ہیں وہ الفاظ جو مولانا نعیم صدیقی نے اپنی مشہور کتاب "محسنِ انسانیت" میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نصب العین کے بارے میں لکھے ہیں۔

فاضل سیرت نگار کا اندازِ سیرت نگاری ایک نیا اور مفید و دلنشین انداز ہے، کتاب کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ کتاب عہدِ حاضر کے تقاضوں اور ضرورتوں کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے اور آج انسانیت کو جس طرح سے محسنِ انسانیت سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اس کی کامیاب وضاحت کی گئی ہے۔ کتاب کے ادبی رنگ، زبان کی شستگی، عبادت کے تسلسل، خیالات کی پاکیزگی و گہرائی نے کتاب کی اہمیت و افادیت اور جاذبیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ یہ کتاب پہلی دفعہ ۱۹۶۰ء میں چھپی اور اب تک اس کے سات ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اتنی تیزی سے بار بار چھپنے کی وجہ سوائے کتاب کی کامیابی کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔

۱۹۷۸ء کا ایڈیشن سفید خوبصورت کاغذ پہ ۶۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کو ان مختلف عنوانات کے تحت ترتیب دیا گیا۔

۱۔ آپؐ کا پیغام، نصب العین اور تاریخی مقام	۲۔ آپؐ کی شخصیت ایک نظر میں
۳۔ محسنِ انسانیت مکی دور میں	۴۔ محسنِ انسانیت کا مدنی دور
۵۔ تلواروں کی چھاؤں میں	۶۔ اور اُجالا پھیلتا ہی گیا۔

کتاب کے ساتھ چند مفید ضمیمے بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً واقعاتِ سیرت پاک کی زمانی۔ اولیات و متقدمات، تحریک اسلامی کا عددی نشوونما، کتاب کے آخر میں کتبِ حوالہ کی فہرست بھی دی گئی ہے کتاب کے ماخذ و مصادر مستند ہیں، قرآن حکیم، صحیح بخاری و مسلم، شمائل ترمذی مشکوٰۃ المصابیح، ریاض الصالحین جیسی احادیث کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تفاسیر میں تفسیر ابن کثیر اور تفہیم القرآن کو ترجیح دی گئی ہے۔ سیرت کے قدیم ماخذوں میں سیرت ابن ہشام، المواہب اللدنیہ، اور امام ابن قیمؒ کی زاد المعاد سے بالخصوص استفادہ کیا گیا ہے۔ جدید کتب سیرت میں شبلی نعمانی کی سیرت النبیؐ اور قاضی سلمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین سے بھی خاصے حوالے دیئے گئے ہیں۔ ہمارے مصنف نے ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق اور کتابوں کو بھی خوب سراہا ہے۔

قدیم و جدید ماخذوں سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ فاضل مصنف نے اپنے تجربہ اور وسیع مطالعہ سے جو دیگر معلومات حاصل کیں ان کی جھلک بھی کتاب میں نمایاں ہے۔

کتاب میں اگر تحقیق کے جدید طریق کار کو بھی پیش نظر رکھا جاتا تو اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی۔

تاہم اس کتاب میں فاضل سیرت نگار کی تخلیقی صلاحیتوں کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ سیرت کے اہم واقعات کی ترتیب زمانی کو بالعموم پیش نظر رکھا گیا ہے، کہیں کہیں اس سے ہٹ کر بھی تحریر کی گئی ہے لیکن وہ کتاب کے اصل مقصد کو پیش نظر رکھ کر ہی کی گئی ہے۔ کتاب میں واقعات کی تاریخیں دینے پر زیادہ توجہ بالارادہ نہیں دی گئی۔ اس لیے کتاب کے ساتھ ایک ضمیمہ بعنوان: "واقعاتِ سیرت پاک کی ترتیب زمانی" شامل کر دیا گیا ہے، جس سے یہ پہلو بھی تشنہ نہیں رہا۔

(بشکریہ ریڈیو پاکستان لاہور)

(بقیہ خود پسندی کی ہلاکت خیزیاں)

دینی چاہیئے۔ آخری عدالت قیامت میں لگے گی۔ وہاں بے لاگ عدل کیا جائے گا۔ دنیا میں ہزار معاملے مبہم پڑے رہ جاتے ہیں۔ ان سب کا فیصلہ آخرت میں ہوگا۔ کوئی شخص اس عدالت کی زد سے باہر نہیں ہوگا۔

ان امور کو مختلف انداز اور پیرایۂ بیان میں سناتے رہنے سے توقع ہے کہ مزاج کی شدت میں تخفیف ہو جائے، سوچنے کے انداز میں تبدیلی آجائے اور عین ممکن ہے کہ تدریج انانیت کی بھڑکائی ہوئی آگ پر پانی پڑ جائے اور وہ مردہ ہو جائے۔

صوفیائے کرام انسان کے باطنی عیوب پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کے ملفوظات پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کبر اور غرور کے امراض کی بیخ کنی پر بہت زور دیتے تھے، اور اس کے حملہ کی طرف سے ہوشیار کرتے رہتے تھے۔ شیخ سعدیؒ لکھتے ہیں کہ میں اپنے پیر شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ساتھ ایک مرتبہ دریائے دجلہ میں کشتی پر سفر کر رہا ہے۔ اس موقعہ پر انہوں نے مجھے دو باتوں کی نصیحت کی تھی۔ اوّل یہ کہ خود بیں اور خود پرست نہ بنوں، دوسرے یہ کہ غیروں کی نکتہ چینی اور بدبینی نہ کروں۔

مرا پیر دانائے روشن شہاب   دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ برخویش خود بین مباش   دوم آنکہ بر غیر بدبیں مباش

رسائل و مسائل

حضرت علیؓ کی زرہ کا سرقہ

(۲)

(استدراک)

ملک غلام علی صاحب

جون کے ترجمان القرآن میں حضرت علیؓ کی زرہ کی چوری کے واقعہ پر بحث کرتے ہوئے میں نے یہ لکھا تھا کہ اس وقت مجھے کسی کتاب میں یہ حوالہ نہیں مل سکا کہ حضرت علیؓ نے اس موقع پر حضرت حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو بطور گواہ پیش کیا تھا۔ میرے فاضل دوست جناب ریاض الحسن نوری صاحب نے میرا جواب پڑھ کر بعض مراجع کی نشان دہی کی ہے جہاں اس واقعہ کی تفصیل مطلوبہ درج ہے اور اس مسئلہ پر مزید بحث موجود ہے۔ افادۂ عام کی خاطر میں اس کی ضروری تلخیص پیش کر رہا ہوں۔

ا۔ "اخبار القضاۃ" محمد بن خلف بن حیان کی ایک ضخیم عربی تصنیف کئی جلدوں میں ہے۔ اس کی دوسری جلد ص ۲۰۰ پر وہ لکھتے ہیں:-

"جب حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے لڑنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی زرہ تلاش کی مگر نہ پائی۔ جب واپس لوٹے تو انہوں نے اسے ایک یہودی کے پاس دیکھا کہ وہ اُسے کوفہ کے بازار میں بیچ رہا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا: اے یہودی یہ زرہ تو میری ہے جسے میں نے نہ ہبہ کیا نہ بیچا۔ یہودی نے کہا: یہ زرہ تو میری ہے اور میرے قبضے میں ہے۔ حضرت علیؓ کہنے لگے: تمہارے اور میرے درمیان قاضی فیصلہ کریں گے۔ شریح قاضی نے دونوں کو اپنی عدالت میں آنے کے لیے کہا۔ یہودی نے کہا کہ زرہ تو میری ہے اور میرے قبضے میں ہے۔ شریح نے پوچھا: اے امیرالمومنین! کیا کوئی شہادت آپ کے پاس ہے: انہوں نے کہا: ہاں میرا بیٹا حسن گواہ ہے۔ شریح کہنے لگے: اے امیرالمومنین، بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہیں۔ حضرت علیؓ کہنے لگے سبحان اللہ، ایک شخص جو اہل جنت میں سے ہے، کیا اس کی گواہی بھی جائز نہیں؟ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا: "حسنؓ اور حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں"۔ یہودی پکار اُٹھا: امیرالمومنین نے مجھے قاضی کے سامنے پیش کیا اور قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ دین حق ہے۔ میں اس کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ امیرالمومنین، یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ آپ سے رات کے وقت گر گئی تھی۔ اس کے بعد یہ نومسلم حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ نہروان میں شریک ہوا اور وہیں شہید ہوا۔"

دار المصنفین اعظم گڑھ کی شائع کردہ کتاب "تابعین" میں ص ۱۴۳ - ۱۴۲ پر اس واقعہ اور متعلقہ روایت پر درج ذیل الفاظ میں بحث کی گئی ہے۔

عزیز قریب کی شہادت کا قانون

"حدیث میں اعزۂ قریب کی شہادت کی کوئی ممانعت نہیں ہے اس لیے ایک عزیز کے مقدمہ میں دوسرے ثقہ عزیز کی شہادت قبول کرنے میں کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ قاضی شریح نے عزیز کے مقابلہ میں عزیز کی شہادت ناقابلِ اعتبار قرار دی اور یہ قانون بنا دیا کہ لڑکے کی شہادت باپ کے متعلق، باپ کی شہادت لڑکے کے متعلق، بی بی کی شہادت شوہر کے متعلق، شوہر کی شہادت بی بی کے متعلق، آقا کی شہادت غلام کے متعلق، اور غلام کی شہادت آقا کے متعلق اور اجیر کی شہادت اس شخص کے متعلق جس نے اس کو اُجرت پر کیا ہو قبول نہیں کی جا سکتی۔ اس اصول پر وہ اس سختی سے عامل تھے کہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں حضرت امام حسنؓ کی شہادت مسترد کر دی۔ [1] اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی زرہ کہیں گر پڑی اور ایک ذمی کے ہاتھ لگی۔ حضرت علیؓ نے شریح کی عدالت میں دعویٰ کیا۔ شریح نے ذمی سے پوچھا: تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا، میری ملکیت کا ثبوت یہ ہے کہ زرہ میرے قبضہ میں ہے۔ شریح نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس اس کی کوئی شہادت ہے کہ زرہ گر گئی تھی۔ انہوں نے حضرت حسنؓ اور قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ شریح نے کہا قنبر کی شہادت تو قبول کرتا ہوں لیکن حسنؓ کی شہادت مسترد کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا ہے کہ الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ۔ شریح نے کہا سنا ہے لیکن میں باپ کے مقابلہ میں لڑکے کی شہادت معتبر نہیں سمجھتا۔ اس فیصلہ کو حضرت علیؓ نے تسلیم کر لیا اور زرہ یہودی کے پاس رہنے دی۔ اس واقعہ کا یہودی پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے خود اقرار کر لیا کہ زرہ آپ ہی کی ہے اور تمہارا دین سچا ہے۔ مسلمانوں کا قاضی امیر المومنین کے خلاف فیصلہ کرتا ہے اور وہ بلا چون و چرا سرِ خم کر دیتا ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے سچے رسولؐ ہیں۔ حضرت علیؓ کو اس کے اسلام لانے سے اتنی مسرت ہوئی کہ اس یادگار میں انہوں نے زرہ اپنی طرف سے اس کو دے دی۔ فقہ کی کتابوں میں یہ قانون حدیث کے حوالے سے منقول ہے، لیکن صاحب نصب الرایہ نے تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ شریح کا قول ہے۔"

ریاض الحسن صاحب نے جو حوالے فراہم کیے ہیں، اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ کی

(باقی برصفحہ ۴۸)

[1] شذرات الذہب، جلد اوّل ص ۸۵

(بقیہ اشارات) منظر عام پر عرض کیے گئے ہیں) اس کی وجہ آخر کیا ہے؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ جن رفیقوں نے ان کو سربراہ بنایا تھا، شروع میں وہ ذرا دھیمے انداز سے چلتے رہے ہوں اور اب آہستہ آہستہ موقع پا کر کے وہ معاملات پر اس قدر حاوی ہو گئے ہوں کہ محترم جنرل محمد ضیاء الحق کے لیے اپنے متعینہ رخ پر پچھلی رفتار سے چلنا ممکن نہ رہا ہو۔ یا وزیروں اور مشیروں اور بیوروکریسی کے اساطینِ اعظم میں کچھ ایسے زوردار لوگ ہوں جنہوں نے آہستہ آہستہ اس تیز رو شہسوار کے گھوڑے کی باگیں بظاہر بطورِ اعزاز مضبوطی سے پکڑ لی ہوں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کچھ لوگوں کا نقشۂ کار ہی یہ ہو کہ جنرل محمد ضیاء الحق مختلف اضداد میں گھر کر اور پبلک کی بڑھتی ہوئی پریشانیوں اور شکایات کے گھیرے میں آ کر اپنے آپ کو پوری طرح ان کے حوالے کر دیں۔ یاد رہے کہ چند ہفتے پہلے تک اور کچھ بھی ہو، جنرل ضیاء الحق کے خلاف برسرِ عام مخالفانہ نعرے لگانے کی جرأت کسی کو نہ تھی۔ اب یہ رو عام ہوتی جا رہی ہے۔ دَورِ ایوبی کے تجربے کو سامنے رکھا جائے تو یہ اچھی علامت نہیں۔

ہو سکتا ہے کہ لوگوں کا ایسی باتیں سوچنا بالکل غلط ہو، یہ سب فضول خیال آرائیاں ہوں، مگر قاعدہ یہ ہے کہ ہر صورت حال اور ہر تبدیلی کی کوئی واضح منطقی توجیہہ ہونی چاہیے ایسی توجیہہ سامنے نہ ہو تو لوگ "رہِ افسانہ زدند" کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔

بہرحال گردابِ اضطراب کی یہ سب گرہیں کھولنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام انتخابات سے پہلے پہلے اور جلد سے جلد ہو جانا چاہیے۔ اس کا صحیح وقت گزر نہ جائے۔ اور شاید وہ بہت کم رہ گیا ہے۔

انتخابات سے پہلے پہلے بیوروکریسی پر پوری طرح قابو پانا بھی ضروری ہے۔

۱۔ اگر سچ مچ اسلامی نظام کی اقامت کا مشن آگے لے کے چلنا ہے اور انتخابات کو اس مشن کی روشنی میں زیرِ غور لانا ہے تو پھر اس جرأت مندانہ اقدام سے کام لیے بغیر چارہ نہیں کہ ایک سرکلر جاری کر کے تمام ملازمین سے بہ حلفیہ بیان لیا جائے کہ وہ اسلام کے عقائد و نظریات، اس کے اصول و مقاصد اور اس کے احکام و قوانین سے وفادارانہ ایمانی تعلق رکھتے ہیں یا اختلاف۔ محض دھیما (PASSIVE) اختلاف الگ چیز ہے، لیکن کسی مخالفِ اسلام فلسفے، نظریے یا جارحانہ تحریک کی علمبرداری کا معاملہ دوسرا ہے۔ ایسے جارحانہ اختلافات رکھنے والوں کو فیصلہ کن کلیدی عہدوں پر نہ رکھا جائے، ان کو اہم قسم کے مناصب نہ سونپے جائیں۔

اور اُن کو کسی جگہ جتھا بندی نہ کرنے دی جائے۔ نیز وہ مختلف کاغذات، فائیلوں اور درخواستوں پہ جو نوٹ لکھیں اُن کا بہ طورِ خاص اُوپر کے افسران جائزہ لیں کہ اُن کے نظریاتِ خاص اور ان کے تعصبات کا رنگ کہاں تک اُن میں شامل ہے۔

۲۔ اُن کو ملازمت کے اس مستقل ضابطے کا پابند بنایا جائے کہ وہ نہ تو دفتروں میں سیاسی بحثیں کریں اور نہ کسی خاص سیاسی پارٹی سے اپنے تعلق کو دوسروں پر ظاہر کریں۔

۳۔ رشوت اور خیانت اور سفارش کے جو روگ دفتری نظام کو لگ گئے ہیں، اُن کے انسداد کے لیے نہایت موثر اسکیمیں عمل میں لائی جائیں۔

۴۔ پبلک کی درخواستوں، شکایات، مطالبات اور مسائل کے سلسلے میں ان سے یہ چاہا جائے کہ وہ ہر قسم کی سیاسی یا مذہبی جانب داریوں سے بالاتر رہ کر قواعد و ضوابط کے مطابق صحیح کارروائی کریں۔ اور ایسی کارروائی کی رفتار ما سوائے کسی غیر معمولی صورت کے، اتنی تیز ضرور ہو کر پندرہ دن میں درخواست دہندہ یا شکایت کنندہ کو جواب پہنچ جائے۔

۵۔ قادیانی افسران اور ملازمین کا رویہ اکثر متعصبانہ رہا ہے۔ پس مناسب یہ ہوگا کہ قادیانی افسران اور ملازمین کی باقاعدہ فہرستیں مرتب ہو کر تمام دفاتر میں موجود رکھی جائیں تاکہ اُن سے معاملہ پڑنے پر ہر شخص متوجہ اور محتاط رہے۔

۶۔ تمام دفاتر میں چند قابلِ اعتماد، دیانت دار اور فرض شناس افراد کے خفیہ سیل قائم کیے جائیں جو حالات پر نظر بھی رکھیں اور بہتری کے لیے تجاویز بھی دے سکیں۔

۷۔ پولیس کے متعلق جو بے اعتمادی پھیل گئی ہے، اس کے پیش نظر ضروری ہے کہ اہم وقوعوں کی صورت میں محترم جنرل ضیاء الحق، دوسرے جنرل صاحبان، وزراء اور مشیر باری باری ایک ایک بار مہینے میں نکلیں اور موقع واردات پر جا کر ضرر رسیدہ پارٹی، گرفتار شدگان، زیرِ تفتیش ملزمان اور پبلک کے اہم آدمیوں سے ملیں۔ پھر اگر پولیس کا کوئی غلط پارٹ سامنے آئے تو تبدیلی، معطلی یا برطرفی کے احکامات جاری کریں۔

علاوہ ازیں ایسی تفتیشی پارٹیاں خاصی تعداد میں مرتب کی جائیں جو خاص خاص وقوعوں کی صورت میں موقع پر جا کر تھانوں سے الگ اپنے طرز پر تفتیش کریں۔ اس طرح مقامی پولیس کا پارٹ واضح ہو جائے گا۔

۸۔ سرکاری محکموں اور دفتروں کے حساب کی آڈٹ کے لیے آڈٹ کے الگ محکمے کی طرف سے ٹیمیں مقرر کی جائیں جو ہر سال ادل بدل سے مختلف مقامات کے مختلف محکموں اور دفاتر کے حسابات کی پڑتال کریں۔

[قارئین سے گزارش ہے کہ مجھے جون میں اچانک سفرِ امریکہ کے لیے نکلنا پڑا۔ اسی وقت کے لکھے ہوئے اشارات میرے پیچھے کتابت ہو چکے تھے۔ پرچہ لیٹ ہے، اسے مزید لیٹ ہونے سے بچانے کے لیے میں نے از سرِ نو اشارات لکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ اب جو مسائل و احوال سامنے ہیں، ان کے مطابق شمارہ ستمبر کے لیے نئے صفحات لکھ رہا ہوں جو ان شاء اللہ جلد ہی آ رہا ہے۔ (ف۔ ص)]

(بقیہ رسائل و مسائل ص ۲۵)

باریابی کے لیے جو دعویٰ قاضی شریح کی عدالت میں دائر کیا تھا، اس میں آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ کو یا حضرت حسینؓ اور اپنے خادم قنبر کو قاضی کی عدالت میں پیش کیا تھا۔ تاہم میں اس مسئلے پر مختلف پہلوؤں سے جو کچھ ماہ جون کے ترجمان میں لکھ چکا ہوں، یہ حوالے فی الجملہ اس کی تائید ہی کرتے ہیں۔ میرا موقف یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اگر ان دونوں یا دونوں میں سے ایک گواہ کو سچا سمجھ کر پیش کر دیا تھا تو انہوں نے خدانخواستہ کسی ممنوع یا ناجائز فعل کا ارتکاب نہیں کیا تھا، اور قاضی شریح نے بھی اس پر اعتراض اس پہلو سے نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد اس معاملے میں صحیح سند کے ساتھ وارد ہے بلکہ انہوں نے بربنائے احتیاط عدالتی انصاف کو شک و شبہ سے بالاتر رکھنے کے لیے ایسی شہادت کو قابل قبول نہیں سمجھا اور حضرت علیؓ نے اسے بطیب خاطر تسلیم کر لیا۔ یہ خلافت راشدہ کی عدالت کا ایک فیصلہ تھا جسے امیرالمومنین نے اپنے خلاف نافذ سمجھا، اس لیے یہ فیصلہ بھی آئندہ کے لیے سنت قرار پایا کیونکہ آنحضورؐ نے خود فرمایا تھا کہ: علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین.....

اِدارۂ ہذا نے عوام کی بھرپور مانگ اور اسلامی لٹریچر کو عام آدمی

تک پہنچانے کے لیے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مدظلہ کی

شہرۂ آفاق تصنیف

سیرتِ سرورِ عالم

کے دوسرے ایڈیشن کی قیمت میں حیرت انگیز کمی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب "سیرتِ سرورِ عالم"

قسم دوم کی دونوں جلدوں کی قیمت علاوہ ڈاک خرچ -/۸۰ روپے ہوگی۔ عام خریداروں کو

اس پہ ۲۰ فیصد رعایت بھی دی جائے گی۔ چنانچہ ادارہ ہذا سے -/۶۴ روپے میں مکمل سیٹ

(جلد اوّل و دوم) دوسرا ایڈیشن عنقریب دستیاب ہوگا۔ بذریعہ ڈاک قیمت -/۶۸ روپے ہوگی

پیشگی بکنگ جاری ہے جس ترتیب سے پیشگی رقوم وصول ہوں گی اُسی ترتیب سے ترسیل ہوگی۔

لہٰذا تمام خریدار حضرات جلد از جلد پیشگی رقوم بھجوا کر مشکور فرمائیں۔

خریدار حضرات اپنا پتہ مکمل اور صاف لکھیں

منجانب:-

ناظم ادارہ ترجمان القرآن

اچھرہ - لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۴۰
اگست ۱۹۷۰ء

INDISPENSABLE BOOK FOR

JUDGES, ADVOCATES, ULAMA AND LAW STUDENTS

THE RECONSTRUCTION OF LEGAL THOUGHT IN ISLAM

Comparative study of the Islamic and the Anglo-American Systems of Law, and refutation of the Orientalists

(Revised and Enlarged Edition)

By
Dr. RIAZUL HASAN GILANI

FOREWORD
SYED ABUL A'LA MAUDOODI

Price : Rs. 50/-

IDARA TARJUMAN AL-QURAN
ICHHRA LAHORE